جلد ۱۷ | ۲۸ فروری ۱۹۱۳ء مطابق ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ علی صاحبہا التحیۃ والسلام | نمبر ۸

ہمارے علماء اور اُن کا وعظ

ایک پختہ مغز فلاسفر کا مقولہ ہے کہ ایمان عام لوگوں کے قلوب میں سویا ہوا ہے اس کو بیدار کرنیکی ضرورت ہے - اس میں کچھ بھی کلام نہیں کہ یہ قول بالکل درست ہے مگر ایمان کو بیدار کرنے والی اشیاء اور اسباب میں سے وعظ و نصیحت سب سے بڑی ہے اللہ تعالیٰ نے اسی مقصد اور غرض کے لئے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور ان کا نام تالی اور مذکر رکھا - واعظین کے فرائض اور راہ آپ کو قرآن مجید نے انبیاء علیہم السلام کے ذکر میں ضمناً اور بعض دوسرے مقامات پر علیحدہ بھی بیان کیا ہے - اس وقت مجھے تفصیل کیساتھ بیان بحث نہیں کرنا بلکہ یہ بتانا ہے - کہ اگر ہمارے قوم میں خالصاً للہ وعظ کہنے والے اور غیور علماء موجود ہی ہیں - تو وہ نہایت آسانی کیساتھ عام لوگوں کے قلوب میں ایمان کو بیدار کر سکتے ہیں - اور انہیں حق پر قایم کرنے کی قوت اور توفیق مل سکتی ہے اور جب ایمان بیدار ہوگا تو اس کے پاکیزہ ثمرات ملک اور قوم کے لئے نہایت مفید ہوں گے اور دینی اور دنیوی سعادت حاصل ہوجائیگی - مگر میرے دوستو! علماء سے میری مراد وہ علماء نہیں جنہوں نے شرح جامی کے متعدد حواشی اور فقہ کی بڑی بڑی کتابیں پڑھی ہیں جو ابواب و فصول کی تقدیم و تاخیر کی وجوہات بیان کر سکتے ہیں یا جن کو مسایل علامی وغیرہ کی فروعات جنکی اس وقت ضرورت نہیں از بر یاد ہیں یا جن کو فقہ کے عجیب و غریب احکام حفظ ہیں جو کبھی واقعہ نہیں ہوتے اور لوگوں کو ان کے جاننے کی ضرورت نہیں پڑتی جیسے کوے کی حلت و حرمت کی بحث یا جن انس میں نکاح کے جواز و عدم جواز کی بحث -

میری غرض ان سطور سے نعوذ باللہ علم فقہ کا استخفاف نہیں میں تفقہ فی الدین کو ایک نعمت سمجھتا ہوں اور خدا تعالیٰ کا یہ فضل ہے جس کو ملے مگر ہاں میں یہ کہونگا کہ ہمارے علماء جن بحثوں کو رٹتے رہتے ہیں ان میں سے اکثر فضول اور غیر ضروری ثابت ہوئی ہیں نہ صرف غیر ضروری بلکہ قوم کی دماغی اور ذہنی قوتوں کے زائل کرنیکے ساتھ اسکی اخلاقی اور روحانی نعمتوں کو منع کر دینے والی جیسے امکان کذب باری پر بحثیں کرنا وغیرہ وغیرہ - غرض علماء سے میری مراد وہ لوگ ہیں جنکے متعلق قرآن مجید نے فرمایا ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء یعنے علماء وہی ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے ہیں اور خدا تعالیٰ کا خوف و خشیت ان کے قلوب پر طاری ہو ایسا خوف حکمت کا شروع ہوتا ہے جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:-
خدا کا خوف حکمت کا شروع ہے - پس اصل چیز یہی ہے کہ خدا کا خوف ہو - یہ خوف معرفت الٰہی سے پیدا ہوتا ہے اگر صحیح اور یقینی علم ہو تو نا ممکن ہے کہ انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال اور اس کے قہر و جبروت سے لرزاں نہ ہو اس خوف کیساتھ معرفت - بصیرت - اور فراست صحیحہ میں ترقی ہوتی ہے اگر یہ نہیں تو خواہ اس نے زمانہ بھر کی کتابیں حفظ کی ہوں وہ "چارپائے بر او کتابے چند" کا مصداق ہے ولنعم ما قیل ؎

علم آں بود کہ نور فراست رفیق اوست ÷ ایں علم تیرہ را بپشیزے نمی خرم

یقیناً سمجھو کہ جو شخص خشیت الٰہی سے حصہ نہیں رکھتا تو خواہ اُسے کنز الدقایق اور عالمگیری اور قاضی خان حفظ ہو مگر وہ محض جاہل اور کورا ہے اور اگر وہ متقی اور خدا ترس ہیں تو خواہ وہ ان رسمی علوم سے تہی دست اور ان نمایشی یونیورسٹیوں کے گریجویٹ نہ ہوں مگر خدا تعالیٰ کے حضور **وہ حقیقی عالم ہیں** پس علماء دین وہ مقدس بزرگوار ہیں جو دین کے حقوق ادا کرتے اور اپنے علم کے فرایض بجالاتے ہیں - ایسے لوگ باران رحمت کی طرح ملکوں اور انسانوں کیلئے باعث زندگی ہوتے ہیں -

ہماری مراد علماء سے ایسے ہی لوگ ہیں جو مذہب کے اسرار اور شریعت کی حکمتوں سے علیٰ وجہ البصیرۃ آگاہ ہیں - اسلامی احکام کو انسانی مصالح پر منطبق کر سکتے ہیں - اور دینی اور دنیوی بہبودی میں جو کچھ ان احکام کی تاثیر ہے اس کو جانتے ہیں - اور لوگوں کو ان کی عقل اور فہم کے موافق خطاب کرنے کی لسانی قوت رکھتے ہوں - یہ باتیں اس واعظ میں جمع ہو سکتی ہیں جو دین کو دین کے لئے سیکھتا ہو اور اپنی عملی حالت سے اس کی تاثیرات اور خوبیوں کو مشاہدہ کرتا ہو - مگر جو لوگ اس مقصد کو مد نظر ہی نہیں رکھتے اور جنکے مذہب میں اجتہاد فی الدین گناہ ہے وہ اس کو سمجھ بھی نہیں سکتے !-

چونکہ یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ نے منہاج النبوۃ پر قایم کیا ہے اور اس میں وعظ و تذکیر کا وہی رنگ رہتا ہے - خود بانی سلسلہ

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی مالک و ایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر چھپکر شایع ہوا۔

کے اتباع سے پیدا ہو سکتی ہے۔ مسلمانوں نے پہلے بھی اسی سے ترقی کی ہے اور اب بھی اسی سے ترقی کریں گے۔ اور اتباع قرآن بغیر کامل نمونہ کے ہو نہیں سکتی۔ ہاں ایک ضمنی سوال میں بیان بیان کر دیتا ہوں۔ کہ اگر کوئی سوال کرے کہ مسیحی بغیر قرآن کے اتباع کے کیوں سرسبز ہیں۔ اس کا جواب تو یہ ہے کہ دنیاوی معاملات میں وہ قرآن کے موافق عمل کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر عالم گناہ کرے تو زیادہ سزا کا مستحق ہوتا ہے ایک پولیس مین اور جاٹ دونوں چور ہوں تو پولیس میں زیادہ سزا پائیگا۔ مسلمان اگر قرآن کو چھوڑیں تو سخت سزا کے مستحق ہیں۔ اور مسیحی انجیل کو چھوڑ لیتے ہیں تو کچھ معذور بھی ہیں۔ پس مسلمانوں کے دلوں میں زندہ اسلام کے نقش بٹھادو۔ اور اس کی خوبیاں ان پر ظاہر کر دو۔ پھر کون ہے جو اپنی ہلاکت چاہے قرآن کے اتباع سے ان میں اسلامی روح پیدا ہو گی۔ اور سب دنیا کے مسلمان ایک ہو جائیں گے۔

برق آسمانی

بر فیصلہ ابو احمد رحمانی

میں نے اس سے پہلے بھی انجمن احمدیہ مونگیر کی اعانت کیلئے الحکم میں ایک مختصر نوٹ لکھا تھا۔ مونگیر کے احمدیوں پر وہاں کے شورہ پشت مخالف سخت حملے کر رہے ہیں۔ ان کے کاروبار میں روکیں ڈالتے ہیں۔ اور ہر طرح سے انہیں تنگ کرنے کی کوشش اٹھا نہیں رکھتے۔ مگر وہ مٹھی بھر آدمی خدا کے فضل و کرم سے ان سب کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ مسجد کا مقدمہ جو ان کے خلاف کر رکھا ہے فریق ثانی اپنی پوری طاقت جتھے اور مالی اثر سے حملہ آور ہوا ہے ہماری جماعت کمزور ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ قوی عزیز ہے۔ تاہم اسباب کے ماتحت یہ ضروری امر ہے کہ لایق وکلاء سے اس مقدمہ میں مدد لی جاوے اور اس کے لئے مالی مشکلات ہیں۔ احمدی قوم کی حمیت اور ہمت سے بعید ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کو مشکلات میں دیکھیں اور ان کے ساتھ شریک نہ ہوں۔ میرا خیال ہے کہ پہلی تحریک پر اکثر دوستوں نے قدم اٹھایا ہو گا۔ اور جنہوں نے ابھی تک اس معاملہ میں کوئی مدد نہیں کی وہ چندہ میں سے اس جہاد میں شریک ہو جاویں۔ اس سلسلہ میں یہ ظاہر کرنا بھی ضروری ہے کہ مونگیر کے مخالفوں نے تحریری سلسلہ مخالفت کا بھی شروع کر رکھا ہے آئے دن وہ کوئی نہ کوئی کتاب اور رسالہ لکھ کر لوگوں کو بدظن کرتے اور تبلیغ کی راہ میں روک ڈالتے ہیں مولوی محمد علی مونگیری ان مخالفین کا امام اور سرگروہ ہے جو اپنے اثر اور رسوخ سے کام لے رہا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مونگیر وغیرہ میں احمدیت کی تحریک زور سے شروع ہے اور متعدد درخواستیں طیار ہو رہی ہیں وہاں مستقل اور منتظر کام کی ضرورت ہے فریق مخالف نے ابھی ایک کتاب فیصلہ آسمانی شائع کی تھی۔ اس کا جواب مولوی خلیل احمد صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ مونگیر نے نہایت قابلیت اور ملاحت سے دیا ہے۔ اسکا نام برق آسمانی ہے۔ اس کتاب نے مونگیر کے مخالفین کو مبہوت کر دیا ہے۔ اور وہ سخت گھبرا رہے ہیں مگر ضرورت ہے کہ یہ کتاب وہاں کثرت سے تقسیم ہو۔ اسلئے ہمارے دوست اس کتاب کی چار چار پانچ پانچ جلدوں کی قیمت وہاں بھیجدیں تاکہ سکرٹری صاحب ان کتابوں کو مفت تقسیم کریں۔ کتاب کی قیمت صرف ۴/ ہے میں ایکبار پھر احمدی قوم کی حمیت دینی سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ مونگیر کی کارکن جماعت کی اسوقت مدد کریں مسجد کے مقدمہ اور مخالفین کی تحریروں کے جواب میں انجمن مذکور کی مالی اعانت کر کے ان کے ساتھ ہوں۔ اور اپنی دعاؤں میں اس انجمن کے بزرگوں کو یاد رکھیں ہر قسم کی رقوم مولوی خلیل احمد صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ مونگیر محلہ دلاور پور بھیجی جاویں +

دار الامان کا ہفتہ

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح اور آپ کے اہلبیت الحمد للہ سب بخیریت ہیں حضرت خلیفۃ المسیح نے قرآن مجید کے اسماء افعال اور حروف کی فہرستوں کا کام شروع کر دیا ہے اور محض اس خیال اور نیت سے کہ آپ کے خدام کو قرآن مجید کی خدمت اور اس پر غور و فکر کی عادت ہو اس کام کو چند خادموں کے سپرد کیا ہے کہ وہ ایسی فہرستیں مرتب کریں اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے۔ کہ حضرت امام کے منشاء کو پورا کر سکیں (۲) حضرت ام المؤمنین چند روز کے لئے دہلی تشریف لے گئے ہیں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب آپکے ساتھ گئے تھے اور اب پھر واپس آ کر دہلی جا بنو لئے ہیں + (۳) اس ہفتہ قادیان میں بارش ہو گئی ہے نواح قادیان اور قادیان میں حسرہ اور چیچک کی بیماری کا اثر پایا جاتا ہے (۴) اس ہفتہ فیروزپور سے برادرم منشی فرزند علی صاحب اور مرزا مہر علی صاحب پلیڈر حضرت کی خدمت میں سعادت اندوز ہوئے اور چوہدری نصر اللہ خانصاحب پلیڈر سیالکوٹ سے اور منشی حمد الدین گوجرانوالہ سے تشریف لائے لاہور سے دو گریجویٹ صاحبان بھی حاضر خدمت امام ہوئے حضرت نے خاتم النبیین کی حقیقت پر ایک مختصر اور لطیف تقریر فرمائی جسکو کسی اگلی اشاعت میں انشاء اللہ دیدیا جائیگا۔ (۵) قادیان کی ٹاؤن ایریا کمیٹی کے کام کی حقیقت کا ملاحظہ کرنا ہو تو بارش کے ایام میں دیکھنا چاہیئے کہ گلیوں کی ناہمواری کیا تماشہ دکھا رہی ہے۔ افسوس کئی ہزار روپیہ نہایت بیدردی سے غریب پبلک کا خرچ کر ڈالا اس بے اعتنائی پر ایسی بعض بزرگوں کو شوق ہو کہ خدا کرے کمیٹی کے ٹوٹنے کی خبر جھوٹ ہی ہو۔ میں کم از کم جناب منشی امداد علی صاحب تحصیلدار بٹالہ کو جو اس کمیٹی کے ممبر خاص ہیں توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنی مسلمہ بیدار مغزی اور دانشمندی سے قادیان کی غریب پبلک کے باقی ماندہ روپیہ کو گلیوں میں فرش وغیرہ پر صرف کرانے کی کوشش کر کے غریبوں کی دعائیں لیں گے +

تلاش گم شدہ

حضرت خلیفۃ المسیح فرماتے ہیں کہ منسمی فضل کریم جو پہلے قادیان کے بعض دفاتر میں کلرک بھی رہ چکا ہے اور دراصل متوطن شادیوال ضلع گجرات ہے۔ کچھ عرصہ سے لاپتہ ہے کسی صاحب کو معلوم ہو تو خبر کریں حلیہ یہ ہے گورا رنگ داڑھی چھوٹی چہرہ پر بدن میانہ قد۔ انگریزی اردو خوش خط لکھ سکتا ہے۔ فقیرانہ الفی پہنتا ہے +

مراسلات

پیغام صلح

رسالہ ست اپدیش لاہور کے ایڈیٹر ماہواری رسالہ بابت ماہ جنوری ۱۹۱۳ء کے صفحہ ۵/۱-۶ پر نئے سال کی نئی تجویز نمبر ۲ کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ ۲۵ دسمبر ۱۹۱۲ء بوقت قریباً ۶ بجے شام کے پرماتما نے مفصلہ ذیل نیک تجویز راقم کو سجھائی۔ کہ ہندوستان کے عقلمند اور نیک دل مسلمان و ہندو لیڈروں سے درخواست کیجائے کہ وہ متفق ہو کر قسطنطنیہ (واقعہ ملک ٹرکی) کے شیخ الاسلام و شہنشاہ ترکی سے درخواست کریں کہ جسطرح انہوں نے گذشتہ بقرعید کے موقعہ پر ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے یہ فتویٰ دیا تھا کہ وہ اس موقعہ پر گائے کی قربانی نہ کریں اور گائے کی قربانی کرنے میں جسقدر روپیہ انہوں نے خرچ کرنا تھا اسی قدر روپیہ وہ ٹرکی کی لڑائی میں زخمی شدوں کے علاج و معالجہ کے لئے اور اس جنگ میں جو مارے گئے ہوں ان کی بیوی بچوں کی مدد کے لئے ارسال کریں۔ اس طرح سے کہ وہ اب اس قسم کا فتویٰ دیویں کہ تمام مسلمان گاؤکشی اور گائے کے گوشت کے کھانے سے ہمیشہ کیلئے پرہیز کریں۔ اور اس نیکی کے صلے میں جو اس فتویٰ سے ہندوستان کے ۲۰ کروڑ ہندوؤں کی دلداری کرنے اور انسے رشتہ محبت پیدا کرنیکا موجب ہو جاتی ہے۔ ہندوستان کے سب ہندو مل کر .... ٹرکی کو دو کروڑ روپیہ نذر کریں وغیرہ وغیرہ۔ اور اور پھر وہ کہتے ہیں کہ اس فتویٰ سے ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان دلی اتحاد پیدا ہو گا۔ دونو قومیں ایک دوسرے کی مددگار ہو جاویں گے اور ذات پات اور چھوت چھات کا رواج بھی کم ہو جاویگا۔

ناظرین! ست اپدیش صاحب کی اوپر والی تجویز میں اگرچہ بہت سی باتیں بحث کے لائق ہیں لیکن ان سب باتوں کو ایک طرف رکھ کر ہم میں سے ہر ایک کم از کم اتنا تو ضرور سمجھ لیگا۔ کہ وہ ہمیں روپیہ کا لالچ دیکر ہم سے گائے کی قربانی اور گوشت چھڑانا چاہتے ہیں۔ لیکن ان کو سوچنا چاہیئے تھا۔ کہ (۱) کیا ہم مسلمان روپے کے لالچ سے اپنے دینی شعار کو چھوڑ سکتے ہیں۔ (۲) کیا شیخ الاسلام و شہنشاہ ٹرکی اس چیز کو جس کے متعلق قرآن کریم میں آیا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً۔ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم فرماتا ہے کہ تم گائے (جس کو تم خدا کے سوائے معبود یا معبود کے برابر سمجھتے ہوئے) ذبح کرو۔ اپنے فتوے سے چھڑانے کو تیار ہوں گے (۳) کیا سب مسلمان ایسا فتویٰ ماننے کو تیار ہوں گے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ کہ کسی چیز کو ہم حلال سمجھیں لیکن کسی خاص وجہ سے اس کو استعمال نہ کریں لیکن روپے کے لالچ میں آ کر ہم مسلمان لوگ اب اس رہے سہے زمانہ میں بھی جبکہ مصیبتوں اور بلاؤں کے پہاڑ ہر طرف سے ہم پر ٹوٹ رہے ہیں اپنا بت فروش نام رکھانا ہرگز پسند نہیں کرتے۔ کیا وہ ہمارے ان بزرگوں کے حالات سے ناواقف ہیں۔ جنہوں نے اپنا نام بت شکن رکھانا پسند کر لیا۔ لیکن بت فروش کہلانا ہرگز ہرگز پسند نہ کیا اور (۵) پھر ان کو یہ بھی سوچنا بہت ضروری تھا۔ کہ آیا صرف گائے کی قربانی کا بند ہونا ہر دو اقوام کے محبت اتفاق اور دلی اتحاد کیلئے کافی ہو گا نہیں ہرگز نہیں۔ ان کی یہ تجویز بہت سی اصلاح کے لائق ہے۔ ان کو

چاہیئے۔ کہ باہمی نزاع اور فساد دشمنی اور نفرت کی اصل جڑ ایک دوسرے کے بزرگوں پیغمبروں اور رشیوں کی جو کہ حقیقت میں دنیا کے لئے مقدس رام گیوئیں کر آئے ہیں اور پاپوں اور گندوں سے بھرے ہوئے بیماروں کو اپنے آسمانی اور پوتر وعدہ وکھین سے طاقتور اور توانا کر دیتے ہیں توہین کرنا اور ہتک آمیز الفاظ اور کلمات کہنا اور نیز ایک دوسرے کی کتب الٰہی پر ناجائز حملات کرنا ہے۔ جب تک یہ دور نہ ہوں گے تب تک دلی اتحاد اور سچا اتفاق ہونا مشکل بلکہ ناممکن ہے۔

نیاز و ظاہری طور پر مل بیٹھنا اور ایک جگہ بیٹھ کر کھا پی لینا اور بات ہے۔ لیکن صفائی قلب سے اتحاد اور اتفاق قایم کرنا اور بات ہے۔ ممکن ہے ان ہر دو اقوام کی باہمی نااتفاقی اور ناچاقی کا باعث گائے کی قربانی ہو۔ لیکن سب سے بڑا سبب انہیں رام گیوؤں پر قلم وزبان کی چھری چلانا ہے جو کہ میں نے اوپر بیان کی ہیں۔ اور جب تک اس سبب کو دور نہ کیا جاویگا۔ صلح اور اتفاق اور اتحاد بالکل اکارت وبیفایدہ ہے۔ اور صرف برائے نام ظاہر ہوگا۔ اور یہ وہی بات ہے جو کہ آج سے پانچ سال پہلے گیؤ رکھشا کے بڑے حامی موجودہ زمانہ کے بڑے نبض شناس سچے خیرخواہ اور سچے ہمدرد نہ کلنک کرشن دہاری اوتار حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے سرگباش ہونے سے پیشتر تجویز کی تھی۔ اور جسکا اظہار اسی سال اس ملک کے صدر مقام لاہور میں ان کے اس جہان سے کوچ کر جانے کے بعد ایک بڑے مجمع میں جس کے صدر آنریبل رائے بہادر پرتول چندر چٹرجی ایم۔ اے جج چیف کورٹ پنجاب تھے کیا گیا تھا۔ اور اس میں جتلایا گیا تھا کہ ہم مسلمان آپ کے تمام رشیوں کو پرنگ مقدس اور صادق سمجھتے ہیں اور ہم وید کو بھی باوجود کئی قسم کے نقایص کے کتاب الٰہی ماننے کو تیار ہیں سو تم بھی اگر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی نبی مان لو۔ اور آیندہ توہین وتکذیب چھوڑ دو تو میں سب سے پہلے اس اقرارنامہ پر دستخط کرنے کو تیار ہوں۔ اور ہم احمدی سلسلہ کے لوگ ہمیشہ وید کے مصدق ہوں گے۔ اور وید اور اس کے رشیوں کا تعظیم اور ادب سے نام لیں گے۔ اور اگر ایسا نہ کریں گے تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ سے کم نہ ہوگی۔ ہندو صاحبان کی خدمت میں ادا کر دیں گے۔ اور اگر ہندو صاحبان دل سے ہمارے ساتھ صفائی کرنا چاہتے ہیں۔ تو وہ بھی ایسا ہی اقرارنامہ لکھکر اس پر دستخط کر دیں۔ اور اسکا مضمون بھی یہ ہوگا۔ کہ ہم حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ کی رسالت اور نبوت پر ایمان لاتے ہیں۔ اور آپ کو سچا نبی اور رسول سمجھتے ہیں اور آیندہ آپ کو ادب اور تعظیم کے ساتھ یاد کریں گے۔ جیسا کہ ایک ماننے والے کے مناسب حال ہے۔ اور اگر ہم ایسا نہ کریں تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ سے کم نہیں ہوگی احمدی سلسلہ کے پیشرو حضرت خلیفۃ المسیح دگرغن وہدی مولانا مولوی نورالدین صاحب ہیں۔ اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کرشن رودہر گوپال کی مفصلہ ذیل الفاظ میں تصدیق فرماتے ہیں۔

میں حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود کو صدق دل سے سچا اور ان کے کاموں کو صداقت کے کام یقین کرتا ہوں۔ اور اب تک اسی یقین پر ہوں۔ ایک ذرہ بھر ان کے خلاف کو بلا کت سے با اعتقاد رکھتا ہوں جو کچھ آپ نے کہا وہ سب کا سب مجھے قبول ہے)

پھر کرشن دھاری رودہر گوپال جی فرماتے ہیں کہ میں صرف اپنی جماعت کا ذمہ دار ہوں۔ باقیوں کا نہیں کیونکہ وہ لوگ کسی لیڈر کے ماتحت نہیں ہیں۔ بلکہ مجھکو بھی کافر ودجال قرار دیتے ہیں۔ لیکن میں امید رکھتا ہوں کہ اگر ہندو صاحبان میرے ساتھ ایسا عہد کریں گے تو یہ لوگ بھی ہرگز ایسی بیجا حرکت کے مرتکب نہ ہوں گے۔ کہ ایسی تہذیب قوم کی کتاب اور رشیوں کو بُرے الفاظ سے یاد کر کے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دلائیں اس لئے میں امید رکھتا کہ اس معاہدہ کے بعد وہ لوگ اپنی زبان تھام لیں۔ لیکن یہ ضروری ہوگا کہ اس معاہدہ کو پورا کرنے کیلئے دونوں فریق کے دس دس ہزار سمجھدار لوگوں کے دستخط ہوں۔

بنیاد اصلح جیسی کوئی چیز نہیں آؤ ہم اس معاہدہ کے ذریعہ ایک ہو جاویں اور ایک قوم بن جاویں۔ باہمی تکذیب سے جسقدر پھوٹ اور نقصان پڑتا ہے تم سب کو معلوم ہے۔ آخر اب یہ بھی انسانی بہترین طریق صلح کا یہی ہے ورنہ کسی دوسرے پہلو سے کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسا کہ ایک پھوڑے کو جو شفاف اور چمکتا ہوا نظر آتا ہے اسی حالت میں چھوڑ دیں اور اس کی ظاہری حالت پر خوش ہو جاویں حالانکہ اس کے اندر سڑی ہوئی اور بدبودار پیپ موجود ہے خیر اگر کوئی مفصل حال دیکھنا چاہے تو رسالہ پیغام صلح جسکی کئی ہزار کاپیاں تمام ملک ہند میں اردو اور انگریزی میں چھپوا کر مفت تقسیم کی گئی ہیں شیخ نور احمد صاحب ایجنٹ خواجہ کمال الدین صاحب وکیل چیف کورٹ احمدیہ بلڈنگس اسلامیہ کالج لاہور سے مفت لیکر یا صرف ۱/ پائی محصول ڈاک بھیجکر منگوا کر دیکھ سکتے ہیں۔ پھر وہ فرماتے ہیں کہ ظاہری طور پر نہیں بلکہ دل کی صفائی صرف اسی صورت میں پیدا ہوگی جب مسلمان آپ لوگ وید اور وید کے رشیوں کو سچے دل سے خدا کی طرف سے قبول کر لوگے اور ایسے ہی ہندو لوگ بھی بخل کو دور کر کے ہمارے نبی کی تصدیق کریں گے۔ یاد رکھو! اور خوب یاد رکھو! کہ ہندو اور مسلمانوں میں سچی صلح کرانیوالا یہی ایک اصول ہے اور یہی ایک پانی ہے جو کہ تمام کدورتوں کو دھو دیگا۔ اس گیؤ رکھشا کے سچے حامی رودھر کرشن نے تو یہاں تک بھی کہدیا کہ اگر ہندو صاحبان اس اصول کو سچے دل سے مان لیں

تو یہ تفرقہ جو گائے کی وجہ سے ہے اس کو بھی درمیان سے اٹھا دیا جائیگا۔

نوسرنت ایدیش جی کیا تباتے اب اس سے بڑھ کر کیا چاہتے ہیں۔ ہم تو یہی مانتے ہیں۔ اور مصارف جنگ بھی دینے کو تیار ہیں۔ ہم تو رام گیوؤں کے علاوہ عام گیوؤں کی بھی عزت وحرمت کرنے کو تیار ہیں۔ پھر اگر صلح نہ ہو تو تمام ذبح ہونیوالی گیوؤں کا خون تم لوگوں کے سر پر ہوگا۔ کیونکہ تم ہی لوگ ہو جو گیؤ رکھشا کے سچے اصولوں کو چھوڑ رہے ہو اور تم ہی لوگ ہو گیوؤں اور رام گیوؤں کی بے حرمتی کرتے رہتے ہو پھر اگر ایسی صلح نہ ہو تو یاد رکھیئے اور خوب یاد رکھیئے کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابان کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے ہم ہرگز ہرگز صلح نہیں کر سکتے۔ جو ہمارے پیارے نبی پر جو ہمیں اپنی جان مال۔ اور ماں باپ سے بھی زیادہ پیارا ہے اور جس کا نام لینے سے عظیم الشان بادشاہ تخت سے اتر تے ہیں۔ اور اس کے احکام کے آگے سر جھکاتے اور اپنے تئیں اس کے ادنیٰ غلام

سے شمار کرتے ہیں۔ اور یہی ایک ایسا اصول ہے۔ جس نے توحید کا بول بالا کیا۔ اور ہر ایک رنگ میں دنیا کے لئے رحمت بنکر آیا۔ اور قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے۔ جس نے یہ کام کیا اور مذاہب عالم کے بزرگوں۔ پیغمبروں۔ رشیوں اور کتب الٰہی کو ان کی اصل شکل میں لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ اور اسلام جس کے معنے ہی صلح سلامتی اور اطاعت کے ہیں ہی ایسا ایک مذہب ہے۔ جس نے سچی صلح کو دنیا میں قایم کیا ہے اور وصال الٰہی کا راہ دکھایا۔ اسقدر لکھکر فی الحال ہم اپنے مضمون کو بند کرتے ہیں۔ اور گیؤ ورکھشا کے حامیوں کے جواب کی انتظاری کرتے ہیں۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم +

(خاکسار محمد نظام الدین احمدیہ بلڈنگس نولکھا لاہور)

نماز جنازہ غائب

ہمارے مکرم اور مخلص بھائی میاں آلہ بخش احمدی ساکن بنگہ ضلع جالندھر کی اہلیہ مساۃ جانزں نے ۱۰۔ فروری سنہ ۱۹۱۳ء کو حالت زچگی میں فوت ہو گئی مرحومہ نہایت دیندار۔ صابرہ۔ صالحہ۔ متقیہ تھی۔ الوصیت کے ماتحت مرحومہ نے وصیت کی ہوئی تھی اور مرنے سے پہلے وصیت کیموافق زیور دیدیا۔ آخری کلمہ جسپر مرحومہ نے جان دی یہ تھا۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔ ایسی مبارک اور خوش انجام موت ہر شخص کو حاصل نہیں ہوتی۔ مرحومہ نے حدیث کیموافق شہادت کا درجہ پایا۔ احباب اپنی احمدی بہن کا جنازہ غایب پڑھ دیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرماوے اور مرحومہ کو اپنے دامن رحمت میں جگہ دے آمین۔

سکھوں کا ایک نیا اوتار

بھائی سمند سنگھ صاحب رڑہ ہلی ضلع ہوشیارپور کے ایک سکھ ہیں جنہوں نے اپنے موضع کا نام کوٹ کلغی دھر رکھا ہے وہ اپنے آپ کو گورو گوبند سنگھ صاحب کا اوتار ظاہر کرتے ہیں وہ ہندو مسلمانوں اور سکھوں کو اس امر کی تلقین کرتے ہیں کہ زمین پر گئو ہتیا کا پاپ ۱۳ سال سے بڑھ رہا ہے اس کو ملکر دور کرو۔ وہ کہتے ہیں کہ بااوز دسٹ رائے وکیل قصور نے جو اعلان بیس ہزار روپیہ کا گئو رکھشا کی بہترین تجویز کے لئے مقرر کیا ہے اس کا میں حقدار ہوں۔ غرض بھائی صاحب موصوف کا مشن اور دعاوی عجیب تر ہیں۔ اور سکھ قوم کی خاص توجہ چاہیئے ہیں۔ انہوں نے پنجاب کا بہت بڑا دورہ کیا ہے اور مختلف جگہوں میں پھر کر اپنا مشن ظاہر کیا ہے پولیس کے سپاہی گوبند لم اور دوسرے لوگوں کو اپنے کرشمے دکھانیکا بھی دعویٰ کرتے ہیں جموں فرید کوٹ۔ امرتسر۔ فیروزپور۔ ہوشیارپور اور گورداسپور کے ضلعوں میں اکثر چکر لگاتے ہیں۔ اور ایک کتاب پر مختلف لوگوں کی تحریریں اپنے مشن کی تائید میں لی ہوئی ہیں۔

چیف خالصہ دیوان یا خالصہ کانفرنس ایسے اوتاروں کے متعلق اگر کوئی فیصلہ کرے تو غالباً مفید ہوگا۔ منذر بالا چند سے ان سے خط وکتابت ہو سکتی ہے۔ میں اپنی رائے بعد میں ظاہر کردوں گا۔"

چاہیئے۔ کہ باہمی نزاع اور فساد دشمنی اور نفرت کی اصل جڑ ایک دوسرے کے بزرگوں پیغمبروں اور رشیوں کی جو کہ حقیقت میں دنیا کے لئے مقدس رام گیتوئیں گرآئے ہیں اور پاپوں اور گندوں سے بھرے ہوئے بیماروں کو اپنے آسمانی اور پوتر وعدہ دکھن سے طاقتور اور توانا کر دیتے ہیں توہین کرنا اور ہتک آمیز الفاظ اور کلمات کہنا اور نیز ایک دوسرے کی کتب الٰہی پر ناجائز حملات کرنا ہے۔ جب تک یہ دور نہ ہوں گے تب تک دلی اتحاد اور سچا اتفاق ہونا مشکل بلکہ ناممکن ہے۔

پیارو ظاہری طور پر مل بیٹھنا اور ایک جگہ بیٹھ کر کھانا لینا اور بات ہے۔ لیکن صفائی قلب سے اتحاد اور اتفاق قایم کرنا اور بات ہے۔ ممکن ہے ان ہر دو اقوام کی باہمی نااتفاقی اور ناچاقی کا باعث گائے کی قربانی ہو۔ لیکن سب سے بڑا سبب انہیں رام گروؤں پر قلم وزبان کی چھری چلانا ہے جو کہ میں نے اوپر بیان کی ہیں۔ اور جب تک اس سبب کو دور نہ کیا جاویگا۔ صلح اور اتفاق اور اتحاد بالکل اکارت و بیفایدہ ہے۔ اور صرف برائے نام ظاہر ہوگا۔ اور یہ وہی بات ہے جو کہ آج سے پانچ سال پہلے گیؤ رکھشا کے بڑے حامی موجودہ زمانہ کے بڑے نبض شناس۔ سچے خیر خواہ اور سچے ہمدرد نہ کلنک کرشن دہاری اوتار حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے سرگباش ہونے سے بیشتر تجویز کی تھی۔ اور جسکا اظہار اسی سال اس ملک کے صدر مقام لاہور میں ان کے اس جہان سے کوچ کر جانے کے بعد ایک بڑے مجمع میں جس کے صدر آنریبل رائے بہادر پرتول چندر چٹرجی ایم۔ اے جج چیف کورٹ پنجاب بنتے کیا گیا تھا۔ اور اس میں جتلایا گیا تھا کہ ہم مسلمان آپ کے تمام رشیوں کو برنگ مقدس اور صادق سمجھتے ہیں اور پھر وید کو بھی باوجود کئی قسم کے نقایص کے کتاب الٰہی ماننے کو تیار ہیں سو تم بھی اگر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی نبی مان لو۔ اور آیندہ توہین و تکذیب چھوڑ دو تو میں سب سے پہلے اس اقرار نامہ پر دستخط کرنے کو تیار ہوں۔ اور ہم احمدی سلسلہ کے لوگ ہمیشہ وید کے مصدق ہوں گے۔ اور وید اور اس کے رشیوں کا تعظیم اور ادب سے نام لیں گے۔ اور اگر ایسا نہ کریں گے تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ سے کم نہ ہوگی۔ ہندو صاحبان کی خدمت میں ادا کر دیں گے۔ اور اگر ہندو صاحبان دل سے ہمارے ساتھ صفائی کرنا چاہتے ہیں۔ تو وہ بھی ایسا ہی اقرار نامہ لکھکر اس پر دستخط کر دیں۔ اور اسکا مضمون بھی یہ ہوگا۔ کہ ہم حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ کی رسالت اور نبوت پر ایمان لائے ہیں۔ اور آپ کو سچا نبی اور رسول سمجھتے ہیں اور آیندہ آپ کو ادب اور تعظیم کے ساتھ یاد کریں گے۔ جیساکہ ایک ماننے والے کے مناسب حال ہے۔ اور اگر ہم ایسا نہ کریں تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ سے کم نہیں ہوگی احمدی سلسلہ کے پیشرو حضرت خلیفۃ المسیح و کرشن و مہدی مولانا مولوی نورالدین صاحب ہیں۔ اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کرشن رودھر گوپال کی مفصلہ ذیل الفاظ میں تصدیق فرماتے ہیں۔

میں حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود کو صدق دل سے سچا اور ان کے کاموں کو صداقت کے کام یقین کرتا ہوں۔ اور اب تک اسی یقین پر ہوں۔ ایک ذرہ بھر ان کے خلاف کو ہلاکت کا باعث اعتقاد رکھتا ہوں جو کچھ آپ نے کہا وہ سب کا سب مجھے قبول ہے"

پھر کرشن دہاری رودھر گوپال جی فرماتے ہیں کہ میں صرف اپنی جماعت کا ذمہ دار ہوں۔ باقیوں کا نہیں کیونکہ وہ لوگ کسی لیڈر کے ماتحت نہیں ہیں۔ بلکہ مجھکو بھی کافر و دجال قرار دیتے ہیں۔ لیکن میں امید رکھتا ہوں کہ اگر ہندو صاحبان میرے ساتھ ایسا عہد کریں گے تو یہ لوگ بھی ہرگز ایسی بیجا حرکت کے مرتکب نہ ہوں گے۔ کہ ایسی مہذب قوم کی کتاب اور رشیوں کو بُرے الفاظ سے یاد کرکے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دلائیں اس لئے میں امید رکھتا کہ اس معاہدہ کے بعد وہ لوگ اپنی زبان کھولیں۔ لیکن یہ ضروری ہوگا کہ اس معاہدہ کو پورا کرنے کیلئے دونوں فریق کے دس دس ہزار سمجھدار لوگوں کے دستخط ہوں۔

پیارو! صلح جیسی کوئی چیز نہیں آؤ ہم اس معاہدہ کے ذریعہ ایک ہو جاویں اور ایک قوم بن جاویں۔ باہمی تکذیب سے جسقدر پھوٹ اور نقصان پڑا تم سب کو معلوم ہے۔ آخر اب یہ بھی انسالو بہترین طریق صلح کا یہی ہے ورنہ کسی دوسرے پہلو سے کرنا ایسا ہی ہے کہ جیساکہ ایک پھوڑے کو جو شفاف اور چمکیلا ہوا نظر آتا ہے اسی حالت میں چھوڑ دیں اور اس کی ظاہری حالت پر خوش ہو جاویں حالانکہ اس کے اندر سڑی ہوئی اور بدبودار پیپ موجود ہے خیر اگر کوئی مفصل حال دیکھنا چاہے تو رسالہ پیغام صلح جسکی کئی ہزار کاپیاں تمام ملک ہند میں اردو اور انگریزی میں چھپوا کر مفت تقسیم کی گئی ہیں شیخ نور احمد صاحب ایجنٹ خواجہ کمال الدین صاحب وکیل چیف کورٹ احمدیہ بلڈنگس اسلامیہ کالج لاہور سے مفت لیکر یا صرف ۱/ پائی محصول ڈاک بھیجکر منگوا کر دیکھ سکتے ہے۔ پھر وہ فرماتے ہیں کہ ظاہری طور پر نہیں بلکہ دل کی صفائی صرف اسی صورت میں پیدا ہوگی جب مسلمانوں آپ لوگ وید اور وید کے رشیوں کو سچے دل سے خدا کی طرف سے قبول کرلوگے اور ایسے ہی ہندو لوگ بھی بخل کو دور کرکے ہمارے نبی کی تصدیق کریں گے۔ یاد رکھو! اور خوب یاد رکھو! کہ ہندو اور مسلمانوں میں سچی صلح کرانیوالا یہی ایک اصول ہے اور یہی ایک پانی ہے جو کہ تمام کدورتوں کو دھو دیگا۔ اس گیؤ رکھشا کے سچے حامی رودھر کرشن نے تو یہاں تک بھی کہدیا کہ اگر ہندو صاحبان اس اصول کو سچے دل سے مان لیں تو

یہ تفرقہ جو گائے کی وجہ سے ہے اس کو بھی درمیان سے اٹھا دیا جائیگا۔

دوست آپدیش جی کیا بتلایئے اب اس سے بڑھ کر کیا چاہتے ہیں۔ ہم تو ہار بھی مانتے ہیں۔ اور مصارف جنگ بھی دینے کو تیار ہیں۔ ہم تو رام گیوؤں کے علاوہ عام گیوؤں کی بھی عزت و حرمت کرنے کو تیار ہیں۔ پھر اگر صلح نہ ہو تو تمام ذبح ہونیوالی گیوؤں کا خون تم لوگوں کے سر پر ہوگا۔ کیونکہ تم ہی لوگ ہو جو گیؤ رکھشا کے سچے اصولوں کو چھوڑ رہے ہو اور تم ہی لوگ ہو گیوؤں اور رام گیوؤں کی بے حرمتی کرتے رہتے ہو پھر اگر ایسی صلح نہ ہو تو یاد رکھیئے اور خوب یاد رکھیئے کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابان کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے ہم ہرگز ہرگز صلح نہیں کر سکتے۔ جو ہمارے پیارے نبی پر جو ہمیں اپنی جان مال۔ اور ماں باپ سے بھی زیادہ پیارا ہے اور جس کا نام لینے سے عظیم الشان بادشاہ تخت سے اتر آتے ہیں۔ اور اس کے احکام کے آگے سر جھکاتے اور اپنے تئیں اس کے ادنیٰ غلاموں سے شمار کرتے ہیں۔ اور یہی ایک ایسا اصول ہوا ہے۔ جس نے توحید کا بول بالا کیا۔ اور ہر ایک رنگ میں دنیا کے لئے رحمت بنکر آیا۔ اور قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے۔ جس نے یہ کام کیا اور مذاہب عالم کے بزرگوں۔ پیغمبروں۔ رشیوں اور کتب الٰہی کو ان کی اصل شکل میں لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ اور اسلام جس کے معنے ہی صلح سلامتی اور اطاعت کے ہیں ہی ایسا ایک مذہب ہے۔ جس نے سچی صلح کو دنیا میں قایم کیا ہے اور وصال الٰہی کا راہ دکھایا۔ اسقدر لکھکر فی الحال ہم اپنے مضمون کو بند کرتے ہیں۔ اور گیؤ رکھشا کے حامیوں کے جواب کی انتظاری کرتے ہیں۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم۔

(خاکسار محمد نظام الدین احمدیہ بلڈنگس نولکھا لاہور)

نماز جنازہ غائب

ہمارے مکرم اور مخلص بھائی میاں الٰہ بخش احمدی ساکن بنگہ ضلع جالندھر کی اہلیہ مساۃ جانزں نے ۱۰۔ فروری ۱۹۱۳ء کو حالت زچگی میں فوت ہوگئی مرحومہ نہایت دیندار۔ صابرہ۔ صالحہ۔ متقیہ تھی۔ الوصیت کے ماتحت مرحومہ نے وصیت کی ہوئی تھی اور مرنے سے پہلے وصیت کیموافق زیور دیدیا۔ آخری کلمہ جس پر مرحومہ نے جان دی یہ تھا۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔ ایسی مبارک اور خوش انجام موت ہر شخص کو حاصل نہیں ہوتی۔ مرحومہ نے حدیث کیموافق شہادت کا درجہ پایا۔ احباب اپنی احمدی بہن کا جنازہ غایبہ پڑھ دیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرماوے اور مرحومہ کو اپنے دامن رحمت میں جگہ دے آمین۔

سکھوں کا ایک نیا اوتار

بھائی سمند سنگھ صاحب رڑہ ہالی ضلع ہوشیارپور ایک سکھ ہیں جنہوں نے اپنے موضع کا نام کوٹ کلغی دھر رکھا ہے وہ اپنے آپ کو گورو گوبند سنگھ صاحب کا اوتار ظاہر کرتے ہیں وہ ہندو مسلمانوں اور سکھوں کو اس امر کی تلقین کرتے ہیں کہ زمین پر گئو ہتیا کا پاپ ۱۳ سال سے بڑھ رہا ہے اس کو ملکر دور کرو۔ وہ کہتے ہیں کہ باوا اجیت رائے وکیل قصور نے جو اعلان بیس ہزار روپیہ کا گئو رکھشا کی بہترین تجویز کے لئے مقرر کیا ہے اس کا میں حقدار ہوں۔ غرض بھائی صاحب موصوف کا مشن اور دعاوی عجیب تر ہیں۔ اور سکھ قوم کی خاص توجہ چاہیئے ہیں۔ انہوں نے پنجاب کا بہت بڑا دورہ کیا ہے اور مختلف جگہوں میں پھر کر اپنا مشن ظاہر کیا ہے پولیس کے سپاہی گوبند لم اور دوسرے لوگوں کو اپنے کرشمے دکھانیکا بھی دعوی کرتے ہیں بچولیں فرید کوٹ۔ امرتسر۔ فیروزپور۔ ہوشیارپور اور گورداسپور کے ضلعوں میں اکثر چکر لگاتے ہیں۔ اور ایک کتاب پر مختلف لوگوں کی تحریریں اپنے مشن کی تائید میں لی ہوئی ہیں۔

چیف خالصہ دیوان یا خالصہ کانفرنس ایسے اوتار کے متعلق اگر کوئی فیصلہ کرے تو غالباً مفید ہوگا۔ مندرجہ بالا امر سے ان سے حظ و کتابت ہو سکتی ہے۔ میں اپنی ... ظاہر کروں گا"

...ہیں ایسے ہی خیالات ...

(ایڈیٹر)

متدرجہ ذیل میں سے جو مناسب سمجھیں - صرف ایک کارڈ لکھکر

مفت

منگوا کر واقفیت حاصل کریں - آپ ان کو دیکھکر خوش ہوں گے -

رسالہ امرت جس کے اندر دنیا میں نئی ایجاد - تقریبًا کل امراض کا ایک ہی علاج ہے - مشہور و معروف اور عجیب دوائی

رجسٹرڈ

امرت دھارا

جو سرکاری رجسٹری ہو چکی ہے مفصل بیان ہے آپ کے دیکھنے کے قابل ہے کسطرح ایک ہی دوائی اتنے فائدہ کر سکتی ہے دیکھو کہ سچ مچ امرت دھارا

رسالہ امراض مخصوصہ مردمان

مردوں کی خفیہ امراض کے اسباب علامات اور علاج آجکل کی حالت کا مکمل فوٹو - پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے گم شدہ طاقت کے مایوس مریض اس کو پڑھ کر کہا کرتے ہیں کاش کہ ہم اس کو اول دیکھتے یہ چالیس صفحے کا خوبصورت رسالہ بھی مفت ہے -

فہرست ادویات دیش اپکارک وامرت دھارا اوشدھالیہ

یہ فہرست ادویات کے نام اور انکی صرف ضروری مختصر اوصاف بتلاتی ہے اس کے اندر طبی کتب مصنفہ شرمیان کوی دتو دپنڈت ٹھاکر دت شرما وید موجد امرت دھارا و ایڈیٹر اردو ہندی دیش اپکارک کی فہرست بھی موجود ہے -

طبی اخبار دیش اپکارک

اُردو میں ہفتہ وار اور ہندی میں پندرہ روزہ ہے ہندوستان بھر میں کوئی طبی اخبار سوائے اس کے کوئی نہیں ہے جنکو ذرا بھی حکمت کا چاہ ہے یا حکمت کے ضروری اصول جاننے کی خواہش ہو وہ دیکھیں ہی اسکے خریدار بنجاتے ہیں نمونہ مفت ملتا ہے قیمت سالانہ ؎ ششماہی ؏ سہ ماہی ۱۲ ہندی کی سالانہ قیمت ؏

خطوکتابت اور تار کا پتہ اتنا کافی ہے **"امرت دھارا لاہور"** نوٹ - ایجنٹ بننے میں بڑا فائدہ ہے ہمارا ایجنٹ بہت کماتے ہیں - قواعد آسان ہیں

سچائی کا جھنڈا

اشتہاروں کی گرم بازاری مضمونوں کی تیزی و طراری مریضوں کی آہ وزاری آجکل وہ سماں دکھا رہی ہے کہ الامان لیکن ہمارا کام صرف باتوں سے ہی چلتا - بلکہ ہم پہلے مفت دوا دیتے ہیں - اول آزماؤ پھر منگاؤ بھلا اس میں بھی کوئی دھوکہ ہے؟

معجون طلسمی

قوائے تناسل کیوجہ سے ان دنوں مختلف بیماریوں کیوجہ سے عام طور پر ضعف کی شکایت ہے میں نے اس مرض کیلئے یہ معجون طیار کی ہے جسکے چند روز کے استعمال سے امراض متعلقہ قوائے تناسل فوراً دفع ہوتے ہیں اور ہر قسم کی شکایت کیلئے انشاء اللہ مفید ہے اول نمونہ مفت منگا لیجئے پھر اگر شفا ہو تو طلب فرمائیے قیمت فی بکس عہ

طلاء طلسمی پیرانہ سالی اور جوانی کی غلط کاریوں سے یہ امراض لاحق ہوتے ہیں اور بعض اوقات خودکشی تک نوبت پہنچتی ہے جو کہ اس طلاء سے فائدہ اٹھائیں گے انشاء اللہ وہ اس کو مفید پائیں گے - قیمت ۶ ماشہ عہ

سرمہ سلیمانی - آنکھوں کی کل بیماریوں کو رفع کرنیوالا اور قوت بصارت بڑھانے والا قیمت فی تولہ ؏ - سلونِ دندان دانتوں کی کل بیماریوں کو

حکیم سرفراز حسین مالک کارخانہ احمدیہ بلب گڈھ ضلع دہلی -

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی

سنہ ۱۹۱۳ء

کافوری جنتری

کی نہایت خوبصورت بنی ہے جس کا چکنا کاغذ خوش خط اور سندر لکھائی ہو اور چھپی بھی صاف ہو یہ جنتری تصویر دار رنگین بلاقیمت و محصول بھی بھیجی جاتی ہو اگر آپ دیکھنا چاہیں اور ایک کارڈ پر متفرق جگہ کے دس شریف اور لکھے پڑھے ہوئے اشخاص کا نام اور پورا پتہ لکھ بھیجنے سے واپسی ڈاک سے جنتری آپ کی خدمت میں پہنچ جائے گی +

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

بچوں کی تندرستی

والدین کے لئے ہمیشہ گھر سے تعلق خاطر موجب ہوتا ہے - بچہ اگر تندرست نہ ہو اور بھوک تھک گئی ہو تو اس کو فوراً اسکاٹس ایملشن دینا چاہیئے -

اس کے دودھ میں چند قطرے ملا کر دینے سے بچہ میں بڑا فرق ہو جاتا ہو جو تندرستی کی یقینی علامت ہے استعمال کے چند روز بعد نتیجہ معلوم ہو جاتا ہے - ہاتھ سے چھوا نہیں جاتا -

اسکاٹ اینڈ بون لمیٹڈ مینوفیکچرنگ کیمسٹس لنڈن

[illegible]

[illegible]

تو اللہ تعالیٰ کے مکالمہ کا شرف رکھتا تھا - اور وحی آلٰہی سے فیض پاتا تھا - اس لئے اس کا وعظ اسکی نصیحت اپنے اندر وہ تمام خوبیاں رکھتی تھی جو حقیقی واعظین کے لئے لازم ہیں - اس کے وصال کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے جو امام ہمیں دیا ہے - وہ جسطرح طب جسمانی کی غرض کو سمجھتا ہے کہ اس سے بدن کے مزاج کا اعتدال مقصود ہے اسی طرح پر وہ جانتا ہے کہ روحانی طب کی غرض بھی اخلاق وعادات کی تہذیب اور تقلیم اور نفس ناطقہ انسان کا اعتدال ہے -

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اسے جسمانی طب میں اس لئے مہارت عطا کی تاکہ وہ روحانی بیماریوں کے علاج کی نوعیت کو سمجھے - وہ مرض کی شناخت اس کے اسباب ور علاج کا علم اور صحیح شعور رکھتا ہے جو لوگ اس علم اور شعور کے بدوں اور مرض کی حقیقت دریافت کرنے سے پہلے جسمانی یا روحانی علاج شروع کر دیتے ہیں یا کرنا چاہتے ہیں ایسے لوگ یا تو خود فریب خوردہ ہیں یا فریب دے رہے ہیں -

مجھے چھوٹی عمر سے وعظ سننے کا اتفاق ہوتا رہا ہے یہ مذاق اور شوق اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے میری فطرت میں رکھا اور میں یقین کرتا ہوں کہ یہی مذاق سلیم مجھے سلسلہ عالیہ کی طرف لے آیا - میں نے دیکھا ہے کہ اکثر واعظین محض اطباء نفوس ہونے کے جھوٹے مدعی ہوتے ہیں ان میں وہ اخلاص درد اور تڑپ نہیں ہوتی جو انبیاء علیہم السلام اور ان کے جانشینوں میں ہوتی ہے - جسکا نہایت ہی خوبی کے ساتھ ان مختصر الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے -

لعلک باخع نفسک ان لا یکونوا مؤمنین - جو لوگ اس رنگ جوش اور اخلاص کو لیکر نہیں اُٹھتے - اور اپنی زبان کھولنے سے پہلے وہ کیفیت اپنے اندر پیدا نہیں کرتے وہ ان امراض کو بڑھا کر ہلاکت کے قریب پہونچا دیتے ہیں جنکے علاج کے مدعی ہوتے ہیں - ایسے لوگ بعض اوقات اپنے وعظ سے لوگوں میں سستی اور کاہلی کے ساتھ گناہوں اور فسق و فجور کی طرف مایل کرنیکا موجب ہوتے ہیں - جبکہ وہ تقدیر جیسے مسئلہ کی غلط حقیقت بیان کرتے ہیں - اور قضا و قدر کے ذمہ سب کچھ تھوپ کر الگ ہو جاتے ہیں -

اس لئے واعظین کو انبیاء علیہم السلام کے اسوہ اور نمونہ کو مدنظر رکھنا چاہیئے چونکہ ہماری جماعت میں بھی واعظین کی ضرورت ہے - اور میں خود اس کی بارہا تحریک کر چکا ہوں حضرت امام حجۃ الاسلام نے اپنی زندگی میں اور اس کے قائم مقام اور جانشین نے بارہا اپنی خواہشوں میں مخلص اور بے غرض واعظین کی ضرورت پیش کی ہے - اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ واعظین کے فرائض پر ایک مختصر سا نوٹ لکھوں - اس وقت جو واعظ ہمیں درکار ہیں وہ زیادہ تر اس قسم کے ہونے چاہئیں جو علم دین سے واقف ہوں اور وہ سمجھتے ہوں کہ وعظ کی اصل غرض لوگوں میں عملی روح پیدا کرنا ہے اور ان کو اعمال صالحہ کی حقیقت اسکے ثمرات اور نتائج سے آگاہ کرنا ضروری ہے - انہیں فقہ کی گورکھ دھندوں میں الجھانے کی ضرورت نہیں بلکہ ان امراض کے نتائج بد سے ڈرانا چاہیئے جو ان میں اندر ہی اندر اثر کر رہے ہیں اور ان خوبیوں کی بشارت دینی چاہیئے جو ان میں پیدا ہو کر انہیں ملیت اور قومیت کو پیدا کریں گی -

چونکہ یہ زمانہ مختلف مذاہب کی جنگ کا ہے - اس لئے جو لوگ تبلیغ و تذکیر کے کام کے لئے نکلیں انہیں ان علمی حربوں کو لیکر نکلنا چاہیئے جو ہمارے امام نے ہمارے لئے تیار کر دیئے ہیں - اگر ایسے لوگ اس کام پر مامور ہوں جو سلسلہ کی کتابوں سے اور دین کی حقیقت سے واقف نہ ہوں تو یہ ایک سوانگ ہوگا جو علماء دین اور واعظین کا نعوذ باللہ ہم تیار کریں گے - حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں آپ کی خواہش پر بہت سے آدمیوں نے اپنی زندگیاں وقف کیں تھیں اور انہوں نے اس مقصد کے لئے آمادگی کا اظہار کیا تھا اگر انہوں نے خدا تعالیٰ کے مرسل و مامور کے ہاتھ پر یہ عہد کیا تھا جس کو اس وقت اخباروں میں نہایت فخر کیساتھ شایع کیا گیا تو وہ اسی مرسل و مہدی کے خلیفہ کے حضور جب تک کھلے کھلے الفاظ میں اس خدمت سے جدا رہنے کی کوئی اجازت نہ حاصل کرلیں وہ ایک سخت غلطی اور مواخذہ کے نیچے ہیں میں کسی شخص کا نام لیکر نہیں کہتا ایسے لوگ خود آگاہ ہیں انہیں یاد دلاتا ہوں - سلسلہ کے لئے واعظین کی ضرورت ہے حضرت امام چاہتے ہیں کہ مخلص اور بے غرض اور فی اللہ وعظ کہنے والے پیدا ہوں وہ لوگ اٹھیں اور سلسلہ عالیہ کی تبلیغ کے لئے اپنی زندگیاں جو وقف کر چکے ہیں پھر پیش کریں میں انشاء اللہ العزیز اس سلسلہ میں کئی آرٹیکل لکھنا چاہتا ہوں - اللہ تعالیٰ میری مدد کرے - آمین -

اس سلسلہ میں مدرسہ احمدیہ کے متعلق بھی کچھ عرض کرنیکا ارادہ ہے کیونکہ اس مدرسہ کو جری اللہ فی حلل الانبیاء علیہ السلام کی یادگار اور تبلیغ سلسلہ کے لئے واعظ اور مبلغ پیدا کرنیکا ذریعہ قرار دیا گیا ہے - اس لئے یہ ضروری امر ہے کہ اس مدرسہ کو ایسے رنگ میں ترقی دیجاوے اور اس کے نصاب اور نگرانی میں ان اصولوں کو مدنظر رکھا جاوے جو علماء ربانی پیدا کرنے کے لئے ضروری ہیں - یہ بات ہمارے دوست خوب جانتے ہیں کہ میں مدرسہ احمدیہ کا اول العاشقین ہوں - میرے بچے اس مدرسہ کے لئے وقف ہیں - ایسی حالت میں مدرسہ کے متعلق ضروری اصلاحوں کا پیش کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں - پس اس سلسلہ میں اگر مدرسہ کی بہتری اور بھلائی کے لئے میں کچھ کہوں تو اُسے میری نیک نیتی کا نتیجہ سمجھا جائیگا - یہ میں اسلئے کہتا ہوں کہ میرے دوست حسن ظن سے کام لیں والا میں انکی پروا نہیں کرتا اور نہ کرنی چاہیئے جیسا کہ مجھے میرے مرشد و آقا حضرت خلیفۃ المسیح نے چند روز ہوئے ایک خاص معاملہ پر تسلی دیتے ہوئے فرمایا - بہرحال ضرورت ہے ایسے واعظین کی جو حقیقی واعظین کے نقش قدم پر چلکر ہمارے ایمانوں کو بیدار کریں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں ایسا امام اس وقت ملا ہوا ہے - جسکی پاک صحبت ایسے لوگ پیدا کر سکتی ہے - ہاں ضرورت ہے ان لوگوں کی جو ایک تڑپ اور جوش اور اخلاص لیکر اس میدان میں نکلیں اور حضرت امام کی توجہ عقد ہمت اور دعا کے نیچے

دنیا کی بھلائی کا ذریعہ ہوں

اللّٰھم اجعلنی منھم آمین

ناداری حاجیوں کی حماقت
قابل توجہ علمائے اسلام

گذشتہ ایام میں نادار حاجیوں کی جو حالت جدہ میں ہوئی وہ نہایت ہی قابل رحم اور قابل توجہ علماء اسلام ہے - گورنمنٹ کا بھلا ہو کہ اس نے اپنے خرچ سے انھیں گھر پہنچایا - میں معزز ہمعصر المشیر کی رائے سے بالکل متفق ہوں جو لکھتا ہے کہ اسلام کا ہر حکم افراط و تفریط سے مبرا اور عین فطرت ہے - چنانچہ بموجب لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا ہر انسان کو اس کی وسعت کے مطابق مکلف بنایا گیا ہے) ارکان اسلام میں سے دو ارکان حج و زکوٰۃ بھی صاحب وسعت اور مالدار لوگوں کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں

لیکن یہ امر کسقدر افسوسناک ہے کہ نادار ہندی عازمان حج احکام اسلام کی نافرمانی کر کے ہمیشہ ذلیل و خوار ہوتے ہیں - لیکن اپنی حماقت و جہالت پر متنبہ نہیں ہوتے - چنانچہ امسال بھی تقریباً پانچسو آدمی ایسے مفلس و قلاش حج کو چلے گئے تھے جن کے پاس کافی زاد راہ نہ تھا - اور واپسی میں جدہ میں سخت ابتری کی حالت میں پڑے ہوئے تھے - نہ اُن کے پاس کھانے کو تھا نہ پینے کو بہت سے اس سخت مصیبت کو برداشت نہ کر سکے - اور ملک عدم کو سدھارے -

لیکن خدا بھلا کرے گورنمنٹ بمبئی کا کہ اُس نے ان بدنصیبوں کی حالت زار پر رحم کھا کر اور ۱۰ ہزار روپیہ ان کی مدد کے لئے منظور فرما کر اس عذاب علیم سے نجات دی *

لیکن ایسے لوگوں کو ارادہ حج سے پہلے سوچنا اور سمجھنا چاہیئے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ایسی تنگدستی کی حالت میں حج کی ہدایت فرمائی ہے یا ممانعت اور ایسی پریشانی اور عدم حضور قلب کا حج قبول بھی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ قرآن شریف میں صریح فرمان ہے کہ وتزودوا (زاد راہ فراہم کر کے جایا کرو) ایک دوسری جگہ ارشاد ہے کہ وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا (اور لوگوں پر فرض ہے کہ خدا کے لئے خانہ کعبہ کا حج کریں - جس کو اس تک پہنچنے کا مقدور ہو -)

اس آیہ کریمہ میں صاف بتلا دیا گیا ہے کہ جسے اُس تک پہنچنے کا مقدور ہو یعنی زاد راہ - سواری - امن میسر ہو وہ حج کرے - اس سے صرف یہی مقصود نہیں ہے کہ پہنچنے کا ہی مقدور ہو بلکہ اطمینان سے واپس بھی آسکے ورنہ جب زاد راہ کافی میسر نہو تو ایسی حالت میں حج بھی صحیح نہیں ہو سکتا - کیونکہ بغیر زاد راہ کے اطمینان قلب کہاں - اور جب اطمینان قلب نہیں تو عبادت نہیں ہو سکتی -

پریشان روزی پراگندہ دل

اس نکتہ کو فلاسفر اسلام شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے اس شعر میں کیا ہی اچھا مرکوز کیا ہے ؎

شب چو عقد نماز بر بندم
چہ خورد بامداد فرزندم

یہ ظاہر ہے کہ سرمایہ کی کمی سے نادار حاجی نہ صرف راستہ میں بدوؤں کے ہاتھ سے تکالیف برداشت کرتے ہیں بلکہ مقامات مقدسہ میں بھی ناداری کی وجہ سے ایسی حرکات ناشائستہ کرتے ہیں جس سے نہ صرف خود ذلیل ہوتے ہیں بلکہ تمام دوسرے ہندیوں کے متعلق اہل عرب سے "ہندی لبطال" جیسا ذلیل لقب دلوا چکے ہیں۔ اس لئے نادار شائقین حج کو ایسے صریح احکام کے موجود ہوتے ہوئے تاحصول استطاعت اپنے ارادوں سے باز رہنا چاہئے۔ اور فرمان الٰہی کا تلقوا بایدیکم الی التھلکہ (اپنے ہاتھ سے اپنی ہلاکت مول نہ لو۔) پھر عمل کرنا چاہئے۔ البتہ سعی بلیغ سے پہلے معقول زادراہ فراہم کر کے اس مبارک ارادہ کی تکمیل کرنا چاہئے۔

اگرچہ قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں صریح احکام موجود ہیں۔ لیکن ہندی عازمان حج میں بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جو جاہل اور احکام سے پوری واقفیت نہیں رکھتے اس لئے ہمارے خیال میں اس کی اصلاح کا ایک طریقہ نہایت ہی اچھا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جسطرح علماء اسلام احکام اور ارکان اسلام کی بجاآوری کی تلقین و ہدایت فرماتے ہیں اسیطرح زمانہ حج سے پہلے اپنے مواعظ حسنہ میں مسلمانوں کو احکام حج سے بالتشریح بہرہ ور فرمائیں۔ اور صاف طور سے تلقین فرمائیں کہ اگر تمہارے پاس سفر کے لئے معقول رقم نہیں ہے تو تم پر حج فرض نہیں ہے۔ ایسی حالت میں جانا نہ صرف خود ذلیل ہونا بلکہ احکام اسلام کی نافرمانی ہے

مسلمانانِ ہند کو انگلشمین کا مشورہ

کلکتہ کے مشہور اخبار انگلش مین میں ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک مشورہ دیا گیا ہے جس میں انہیں اپنی موجودہ پولیٹکل روش کی اصلاح کی صلاح دی ہے اسکو میں سردست محفوظ رکھکر اس مضمون کو ذیل میں درج کئے دیتا ہوں۔ موجودہ قسم کی پولیٹکل جدوجہد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو تعلیم دی ہے اور اپنی سیاسی پوزیشن کو جس رنگ میں ظاہر کیا ہے اس پر عنقریب میں ایک سلسلہ مضامین لکھنے کی ضرورت سمجھتا ہوں۔ جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں تقریروں اور آپ کے جانشین امام حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے ارشادات سے یہ دکھایا جاویگا کہ احمدی قوم کا مسلک نہایت خوشگوار اور گورنمنٹ برطانیہ کے لئے موجب برکت ہے۔ ہندوستان بھر میں یہی ایک جماعت بعد سلسلہ ہے جو پولیٹکل تحریکوں سے ہمیشہ الگ رہتا ہے کیونکہ اس سلسلہ کے اغراض و مقاصد میں اصلاح نفوس اور اعمال صالحہ کی مشق داخل ہے۔ وہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی روح پیدا کرنی چاہتا ہے اور پولیٹکل تحریکیں مادیات اور جسمانیات کی طرف جھکی ہوئی ہیں۔ ان امور پر تفصیلی بحث ان مضامین میں ہوگی انشاء اللہ تعالےٰ۔ بہرحال انگلش مین رقم طراز ہے

ہندوستان کے انگریزوں میں مسلمانوں کے ساتھ ہمیشہ بہت کچھ ہمدردی رہی ہے۔ اول تو مذہبی پہلو سے کیونکہ اسلام نہایت مکمل اور واضح اصول رکھتا ہے جبکہ مشرق کے دوسرے مذاہب نہایت گہرے فلسفہ سے وابستہ ہیں کہ عملی طور پر اوسط درجہ کے یورپین دماغ اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں دین اسلام اخلاق پر اثر ڈالتا ہے جسکی ہر شخص قدر کر سکتا ہے علاوہ ازیں صرف ایک دو باتوں کے سوا لباس یا عام عادتوں کے متعلق مسلمان تمام مغربی آدرشوں کے قبول کرنے کو آمادہ ہیں اور اس لئے قدرتی طور پر انکے ساتھ یورپینوں کا میل ملاپ زیادہ آسانی سے ہو سکتا ہے۔ نیز مسلمانوں کے خیال کرنے کی عادت نہایت عملی ہے۔ اور یورپ نے ابتک فراموش نہیں کیا کہ سائنس اور ریاضی کے علوم میں وہ اہل عرب کا کس قدر احسان مند ہے اور ایک اور کڑی لیگا حکمت کی برسوں تک ٹرکی اور انگلستان کی دوستی نے جہیا کر دی تھی اگرچہ اس دوستی کی قیمت کو انگلستان ہی زیادہ سمجھتا تھا۔ ٹرکی باہر کے مسلمانوں کو تو اسکی خبر بھی نہ تھی بلکہ بہت دن گذرے کہ وہ سلطان کی ہستی تک سے واقف نہ تھے۔ دونوں قوموں (انگریز اور مسلمان) کے درمیان ہمچینی کے زمانہ میں ہندوستان میں ہمدردی اور بھی نمایاں ہوگئی۔ جب کہ مسلمان امن ایجی ٹیشن سے بالکل علیحدہ رہے جس میں ہندو مصروف تھے لیکن ہندوؤں کے ظاہری استقلال کو دیکھکر مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ اب موقع آگیا ہے کہ وہ بھی اپنے ارگنی زیشن میں جان ڈالیں۔ مسلم لیگ اور نظرل محمڈن ایسوسی ایشن وغیرہ جماعتوں کے قایم ہونے کو انگریزوں نے بڑی دلچسپی کی نظر سے دیکھا اور یقیناً ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان سوسائٹیوں کا مقصد کانگرس کی ظالمانہ اغراض کا مقابلہ کرنا ہے اور خیال کیا گیا تھا کہ مسلمان اس بات سے آگاہ ہیں کہ اگر ہندوستان کو سوراج ملگیا تو ان کے فوائد کو بطور مسلمانوں کے مجموعی طور پر نقصان پہونچیگا اور گویا وہ اس معاملہ میں بھی بلا لحاظ دوسری باتوں کے صرف موجودہ گورنمنٹ کی خیر خواہی کے خیال سے عمل کر رہے ہیں۔ لیکن گذشتہ سال کے اندر اندر مسلمانوں کے خیالات میں بڑی تبدیلی واقع ہو گئی ہے۔ اسکی کئی وجوہات ہیں۔ اول تو اٹلی نے طرابلس پر حملہ کیا دوم بلقانی ریاستوں نے ٹرکی پر یورش کی یہی وہ جماعتیں جو کانگرس کی مخالفت کی غرض سے جلوہ میں آئی تھیں اب وہ سرکار انگریزی پر دباؤ ڈالنے کے کام میں استعمال کیجا رہی ہیں کہ وہ جنگ میں دست اندازی کرے اس بات کو مسلمانوں نے ذرا نہیں سوچا کہ برطانیہ کی طرف سے اگر دخل دیا گیا تو فوراً ہی روس اور فرانس کے ساتھ برطانیہ کی دوستی کا خاتمہ ہو جائیگا بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ سارے یورپ میں جنگ کی آگ مشتعل ہو کر ساری دنیا ایک ہولناک جنگ میں مبتلا ہو جائیگی وہ لوگ جن کو بلقان کی تاریخ کی ایک ذرہ بھر بھی خبر نہیں وہ بھی گورنمنٹ پر زور ڈال کر کہہ رہے ہیں کہ ترکوں کو بچاؤ اور جب دیکھتے ہیں کہ اس قسم کی کوئی کارروائی سرکار انگریزی نے نہیں کی تو سخت مایوسی کو ایسے الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں جس سے اندیشہ ہے کہ انگریزوں کی ہمدردی جسکو مسلمانان ہند اب تک کشش کرتے تھے بہت کم ہو جائے گی۔ مسلم لیگ نے (اگرچہ ہم خیال کرتے ہیں) اپنی نہایت بہتر اور با اثر ہمدردوں کو ہاتھ سے کھو کر ٹرکی کیساتھ ہمدردی کے ریزولیوشن پاس کرنے کے علاوہ سچ مچ ہندوستان کے لئے سوراج کو اپنی تجاویز میں سب سے پہلے جگہ دی ہے۔ لیکن مسلم لیگ کے مطالبات انجمن ہلال احمر کے مطالبات کے مقابلہ میں بہت ہلکے ہیں۔ اس سوسائٹی نے تمام ہندوستان میں شاخیں قایم کی ہیں۔ بلکہ ممتاز ہندو قوم پرستوں کی خدمات بھی حاصل کرتی ہیں اوسط درجہ کے یورپین دماغ کے نزدیک انجمن ہلال احمر ایک ایسی جماعت ہے جسکا مقصد ایسا ہی شریفانہ ہونا چاہئے جیسا کہ انجمن صلیب احمر کا ہے لیکن ہندوستان میں یہ سوسائٹی ہمدرد انسان کی بجائے ایک پولیٹکل جماعت بنتی جاتی ہے جو ٹرکی کو وفد بھیجنے کے علاوہ بڑی مصروفیت کیساتھ عام لوگوں میں جوش پھیلا رہی ہے۔ لہذا اب وقت آگیا ہے کہ مسلمان لیڈر ذرا سوچیں اور خیال کریں کہ وہ کیا کر رہے ہیں مسلم لیگ کا سوراج کی بابت اعلان کرنا ہندو قوم پرستوں کی فتحیابی ہے اور ایسا کرنے سے مسلم لیگ نہ صرف ولایت کے بڑے بڑے انگریزوں کی بلکہ ہندوستان کے انگریزوں کی ہمدردی سے بھی محروم ہو جائیگی انجمن ہلال احمر اور کم از کم اسکی بعض شاخیں ایسی ایسی باتیں کر رہی ہیں جو ہندوستان میں مسلمانوں کے دوستوں کیلئے نہایت رنجدہ ہیں۔ اس لئے مسلم لیگ کے پریسیڈنٹ اور دوسرے مسلمان لیڈروں کو چاہیئے کہ اپنے پیرو لوگوں کے اعلانوں کی ترمیم کرنے کا کچھ بندوبست کریں۔

تعمیر دار القرآن

دارُالقرآن حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کو اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کی محبت اسکی سمجھ اور اس کی اشاعت و تعلیم کا جوش فطرتاً عطا فرمایا ہے۔ جن لوگوں کو قادیان آنیکا اتفاق ہوا ہے انہوں نے دیکھا ہوگا کہ حضرت ہمیشہ سے قرآن مجید کا ایک عام درس دیا کرتے ہیں۔ اور کتاب مجید کی حقیقت اور غرض سے مخلوق کو آگاہ فرماتے ہیں۔ یہ درس علے العموم مسجد اقصیٰ میں ہوا کرتا ہے۔ مگر حضرت خلیفۃ المسیح چاہتے ہیں کہ ایک خاص کمرہ اس مقصد کے لئے بنایا جاوے جہاں قرآن مجید کا درس ہوا کرے۔ اس کمرہ کے لئے حضرت ام المومنین علیہا السلام نے ایک حصہ زمین کا ضرورتاً عطا فرمانیکا وعدہ کیا ہے۔ لیکن چونکہ وہ زمین پست ہے اس کو عمارت کی سطح تک لانیکے واسطے ایک معقول خرچ کی ضرورت ہوگی۔

جہانتک میں سمجھتا ہوں یہ دار القرآن دراصل مدرسہ تعلیم القرآن کا مقدمہ ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی دیرینہ خواہش ہے۔ کہ قرآن مجید کے نہایت اعلےٰ معلم موصل وغیرہ سے منگوائے جائیں۔ اس وقت تک ہر چند یہاں قرآن مجید کی تعلیم و تدریس کی طرف توجہ ہے لیکن پھر بھی بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔ حفظ قرآن اور تعلیم قرات کا کوئی انتظام نہیں۔ الحکم میں پچھلے دنوں میں نے حضرت خلیفۃ المسیح کو اس ضرورت کی طرف توجہ بھی دلائی تھی خدا کا شکر ہے کہ یہ خواہش اس رنگ میں پوری ہونے لگی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے حضرت میر ناصر نواب صاحب قبلہ کو یہ خدمت سپرد کی ہے کہ وہ اس دار القرآن کی تعمیر کا کام شروع کر دیں۔ اسکے لئے کم از کم دس ہزار روپیہ درکار ہوگا۔ مگر اس قوم کیلئے جو دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا عہد دو مرتبہ کر چکی ہے۔ اور جس نے خصوصیت کیساتھ قرآن کریم کی تعلیم و تدریس کا عہد حضرت خلیفۃ المسیح کے ہاتھ پر کیا ہے۔ اس رقم کا پورا کر دینا کچھ بھی مشکل نہیں ہے چندہ کی فہرست کھول دی گئی ہے۔ ایڈیٹر الحکم چاہتا ہے کہ اس کے ناظرین اس کار خیر میں کم از کم اڑہائی ہزار جمع کر دیں اور یہ رقم خریداران الحکم کی طرف سے دار القرآن کے لئے دیجاوے

ایسے پاک اور خالص دینی اغراض کے لئے کونسا دل ہے جس میں جوش پیدا نہیں ہو گا - یہ ضرورت ایسی ضرورت نہیں کہ بار بار تحریکوں کی حاجت ہو - میری دانست میں دار القرآن مدرستہ القرآن کی ضرورت کو مد نظر رکھکر تعمیر ہونا چاہیئے - جو جہاں ایک بڑے ہال کا کام دے سکے وہاں ایک مدرسہ کے مختلف حصوں کا کام بھی دے - بہر حال یہ امور بعد میں قابل غور ہوں گے - سردست روپیہ کی ضرورت ہے - احمدی قوم خدمت قرآن کریم کے لئے پیش از پیش تیار ہوگی - اور یہ مختصر اطلاع انہیں تحریک کریگی کہ وہ بہت جلد اس رقم کو پورا کردیں -

اس مقصد کے لئے کل روپیہ حضرت میر ناصر نواب صاحب قبلہ کے نام آنا چاہیئے - اور کوپن پر تعمیر دار القرآن لکھدینا ضروری ہوگا!

اختلاف یا مخالفت

مینجر صاحب تہذیب نسواں میں اس عنوان سے ایک مختصر سا نوٹ لکھا ہے - جو نہایت قابل غور ہے - دنیا کا اختلاف موجب رونق و ترقی ہے - کیونکہ اس کے ذریعہ تبادلہ خیالات ہوکر غلطیوں کی اصلاح ہوتی ہے - اور اجتہادات اور ذہنی قوتوں کے نشو و نما کا موقعہ ہاتھ آتا ہے اس لئے خود اللہ تعالےٰ نے اختلاف عالم کو اپنی ہستی کی ایک زبردست دلیل قرار دیا ہے - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - اختلاف امتی رحمۃ - یہ اختلاف چونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نیچے ہوتا ہے - اس لئے وہ موجب رحمت ہی ہونا چاہیئے - قومی کاموں اور پبلک معاملات میں اختلاف رائے کا ہونا ایک ضروری امر ہے لیکن اگر اس اختلاف کو کسی ذاتی مخالفت تعصب و عناد کا نتیجہ قرار دیا جاوے - یا وہ اسی مقصد پر کیا جاوے تو کچھ شک نہیں وہ ایک لعنت ہوگا - جس سے ہمیں خدا کی پناہ مانگنی چاہیئے -

مینجر صاحب مذکور کی رائے اس بارہ میں قابل قدر ہے - اسلئے میں اُسے ذیل میں درج کردیتا ہوں -

اختلاف یا مخالفت میں بظاہر کچھ فرق نہیں ہوتا ہے - صرف نیت اور غرض کا فرق ہوتا ہے - جب کوئی شخص کسی کام میں غلطی کرتا ہے - تو دوست اور دشمن دونوں اس پر حرف گیری کرتے ہیں - دوست تو اس غرض سے کہ دوسرا دوست غلطی میں پڑے رہ کر نقصان نہ اُٹھائے - بلکہ غلطی سے آگاہ ہوکر اس سے بچ جائے - دشمن اس لئے حرف گیری کرتا ہے کہ اس کا حریف بدنام اور غلط کار مشہور ہو + اختلاف میں نیت کی بنیاد نیکی پر ہوتی ہے - اور مخالفت میں بدی پر قومی کاموں میں آجکل اختلاف اور مخالفت دونوں کا بازار گرم رہتا ہے - قومی کاموں میں ترقی کے لئے - اور ان کے حسن و قبح کی چھان بین کے لئے اختلاف کا ہونا کچھ برا نہیں - بلکہ نہایت ضروری اور نہایت مفید ہے - میری دانست میں تو مخالفت بھی گو وہ کسی بد ارادہ سے ہی کی گئی ہو - فایدہ سے خالی نہیں ہوتی - کیونکہ مخالف ہمیشہ اسی جستجو میں رہتا ہے کہ وہ اپنے دشمن کی کوئی غلطی پکڑے - اور اُسے خلقت کے سامنے پیش کرے - اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے - کہ دوسرا فریق غلطی کرنے سے بچتا ہے - اور اگر وہ غلط راہ پر ہوتا ہے تو فوراً اُسے چھوڑ دیتا ہے +

مگر میں روزمرہ جلسوں کی تقریروں اور اخباروں کی تحریروں میں دیکھتا ہوں کہ جو قومی لیڈر کہلاتے ہیں وہ ہر اعتراض کو مخالفت سے تعبیر کرکے یا ذاتی دشمنی بتا کر یہ سمجھتے ہیں - کہ بس ہماری طرف سے سو جوابوں کا یہ ایک جواب کافی ہے حالانکہ وہ اتنا کہنے سے بری الذمہ نہیں ہوسکتے - تاوقتیکہ ہر ایک بات کا جواب نہ دیا جائے - مثلاً ایک شخص جو اہلکار سرکاری ہے بددیانتی کرتا ہے اس کا دشمن اس پر حملہ کرنے کا اچھا موقعہ پاتا ہے - وہ اس کی بددیانتی دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے +

جس شخص کی نسبت اعتراض کیا جاتا ہے وہ یہ جواب دیتا ہے کہ یہ میرا دشمن ہے اس کی بات نہ سنو - کیا یہ جواب ٹھیک ہے ؟ ہرگز نہیں ! + پبلک کو ایسے شخص سے یہ کہنا چاہیئے - کہ اگر دشمن نے اعتراض کیا ہے پھر تو ضرور غور کے قابل ہے کیونکہ دوست کا اعتراض تو شاید ہلکا بھی ہوتا ہے - اور وہ اپنے دوست کی عزت کا لحاظ کرکے زیادہ سخت اعتراض نہ کرتا - مگر دشمن پوست کندہ ہر ایک بات صاف صاف کہنے والا ہے - اس کی بات خاص توجہ کے قابل ہے +

قومی لیڈروں کو بھی مناسب ہے - کہ ایسے کمزور جوابوں میں پناہ نہ ڈھونڈیں - بلکہ حوصلہ کو کام میں لائیں اور اعتراض کے موقعہ پر اس بات کا اشارہ تک نہ کریں کہ وہ دوست کی طرف سے ہے یا دشمن کیطرف سے - وہ صاف صاف ہر اعتراض کا جواب دیں - اور اپنی صفائی کریں - بس یہ دستور العمل ہونا چاہیئے - ہر قومی لیڈر کا - نہ کہ یہ کہنا کہ یہ میرا دشمن ہے - یہ علیگڈھ کا دشمن ہے - اس کی بات مت سنو +

راقم سید ممتاز علی

اولوالعزم سیدنا محمودؓ کی تقریر دیار محبوب کے سفر پر

۱۷ - جنوری ۱۹۱۳ء کو حضرت امیر المؤمنین سیدنا نور الدین ایدہ اللہ بنصرہٖ نے قوم کو خطاب کرکے فرمایا کہ تم سب میاں صاحب کی خدمت میں عرض کرو کہ وہ ہمیں بتائیں کہ انہوں نے قادیان سے باہر اس سفر میں کیا دیکھا اور قادیان میں کیا - تمہاری اس عرض میں میں بھی شامل ہوتا ہوں ! +

یہ مفہوم تھا اس تحریک کا جو ہمارے امام نے اپنے پیارے اور ہمارے محسن و مخدوم سیدنا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو حالات سفر پر مختصر تقریر کے لئے فرمائی - جس رنگ میں یہ تحریک آپ نے فرمائی اس سے اس احترام اور عظمت کا پتہ لگتا ہے - جو اولوالعزم محمود کی آپ کے قلب میں ہے - حقیقت میں یہ ایمان و معرفت کا ایک نظارہ ہے - نور الدین خود ایک روشنی کا منارہ ہے - اور حضرت احمد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت الٰہی میں سرشار ہے - اسی معرفت اور محبت کی وجہ سے وہ جس رنگ اور جس آنکھ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذریت آپ کے اہل کو دیکھتا ہے - ہم میں کوئی آنکھ اور کوئی دل وہ بصیرت اور شعور نہیں رکھتا - واللہ وہ نور الدین ہی ہوتا دوسری طرف حضرت صاحبزادہ صاحب اور امام المؤمنین کو میں نے دیکھا ہے کہ اس علم کے باوجود کہ حضرت خلیفۃ المسیح کہانتک آپکا احترام و اکرام کرتے ہیں - وہ اپنے آپ کو حضرت امیر کے ادنیٰ چاکر اور غلام یقین کرتے ہیں یہ بھی معرفت ایمان ہی کا کرشمہ ہے - جو آنکھ اس پاک جماعت کی نور الدین کو دیکھتی ہے ہمیں وہ حاصل نہیں بہر حال یہ تو ایک ضمنی بات میں ذوق سخن میں کہہ گیا - حضرت امیر المؤمنین نے اس تحریک کو اس رنگ میں کرنے سے قوم کو ایک ادب اور حفظ مراتب کی تعلیم دی اور چاہا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب ایک تقریر کریں جس میں وہ قادیان سے باہر اور قادیان کی زندگی پر ایک ریویو کریں - اور قوم کی بھلائی اور فائدہ کے لئے کچھ وعظ فرمائیں - اس پر ۱۸ جنوری ۱۹۱۳ء کو بعد نماز ظہر سیدنا محمود نے مسجد اقصیٰ میں ایک تقریر فرمائی - خوش قسمتی اور سعادت نے مجھے بھی عین وقت پر پہونچا دیا - اس لئے میں ناظرین الحکم کو تقریر پہونچانیکی عزت حاصل کرتا ہوں - وَمَا تَوْفِيْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ خدا کرے کہ ہم سب ان باتوں سے عملی فایدہ اُٹھانیوالے ہوں (ایڈیٹر)

قرآن مجید کا ایک رکوع تلاوت کرنیکے بعد آپ نے فرمایا - کسی شئے کی اہمیت کا پتہ اس کی ضرورت کی اہمیت سے لگ سکتا ہے اور جب ہمیں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ کسقدر عظیم الشان کام ہمارے سامنے ہے جس کو ہم کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں تو اس کی اہمیت کے اندازہ اور لحاظ کے موافق ہم سوچتے ہیں - کہ کسقدر تیاری اسکے سرانجام دینے کے لئے کرنی چاہئے اگر ہم اس اصل کو مد نظر نہ رکھیں تو یقیناً ہمیں ناکامی ہوگی مثلاً اگر ایک شخص کو افریقہ کے صحرائے اعظم کے سامنے کھڑا کردیا جائے اور اُسے معلوم نہ ہو کہ یہ صحرا سے ہزاروں میل تک چلا گیا ہے بلکہ وہ یہ سمجھے کہ شام تک میں اس سے نکل جاؤنگا - اور وہ اسی اندازہ سے سامان سفر اور کھانا پانی ساتھ لے تو نتیجہ صاف ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ دو تین دن کے بعد ہلاک ہو جائیگا -

لیکن اگر وہ اس جنگل کو طے کرنے سے پہلے یہ سمجھ لے کہ یہ دو تین دن نہیں بلکہ مہینوں کا راستہ ہے تو وہ زاد راہ اسی اندازہ کے موافق لے گا - غرض یہ ایک عام اور مشہور بات ہے کہ جسقدر کوئی کام اہم ہوتا ہے اس کے سرانجام دینے کے لئے طیاری بھی اسی اندازہ سے ہوتی ہے -

عرب لوگ جو بڑے بڑے ریگستانوں اور صحراؤں میں سفر کرتے تو وہ اس سفر کے لحاظ سے خوراک اور پانی لیکر نکلتے تھے وہ قدم باہر نہیں رکھتے تھے جب تک پہلے معلوم نہ کر لیتے کہ یہ جنگل کتنا ہے پھر خوراک کا ذخیرہ لیکر چلتے - لکھا ہے کہ جب شام میں مسلمانوں کو رکنا پڑا - اور عیسائی لاکھوں کی تعداد میں ان کے مقابلہ کے لئے آگئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ نے خالد کو حکم دیا کہ ایمان کی فوج کسی جرنیل کی سپرد کرکے فوراً شام پہونچو - تو سب سے پہلا کام انہوں نے یہ کیا کہ ایک ماہر رہنما کو بلا کر راستہ کی کیفیت پوچھی تو اس نے کہا کہ فلاں راستہ ایک ماہ کا ہے اور فلاں راستہ سے آٹھ نو دن میں بھی پہونچ سکتے ہیں - مگر اس راستہ میں پانی نہیں ہے - اس نے یہ بھی بتایا کہ میں بچہ تھا - جب اس راستہ سے گیا - اتنی دور جاکر ایک درخت کے نیچے پانی ہے کھودنے سے ملیگا - آپ نے جسقدر گھوڑے ساتھ لئے اتنی ہی اونٹ لئے - اور اسی قدر ضروریات کا پانی لے لیا - اونٹ جو ساتھ تھے وہ اس لئے تھے کہ ان کو ذبح کرکے اونٹ کی تھیلی کا پانی گھوڑوں کے کام آئے آخر وہ اس مقام پر پہنچے تو پانی کا پتہ

نہ ملا۔ اور سخت گھبرا اُٹھے۔ لیکن تلاش کے بعد پتہ لگا۔ وہ جگہ ریت کے نیچے دب گئی تھی۔ اُسے کھودا تو پانی نکل آیا۔ سب نے مشکیزے وغیرہ بھر لئے۔ اور آگے چلے۔ اگر بغیر طیاری کے چل دیتے تو سخت تکلیف اور نقصان ہوتا۔

پس دانا انسان کا یہ کام ہے کہ جب وہ کسی مہم پر چلے تو اس کو موازنہ کرنا چاہیئے کہ کس عظیم الشان راستہ پر چلتا ہوں۔ اگر طیاری نہ کرونگا تو ہلاک ہو جاؤنگا۔

میری غرض اس تمہید سے کیا ہے؟ میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ ہم بھی ایک رستہ پر چلے ہیں۔ اس میں بڑے بڑے جنگل ہیں۔ جن میں زہریلے اژدہا سوں کے پیاسے شیر چیتے پھرتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ انسان کو ذرا بھی غافل پائیں تو چیر پھاڑ ڈالیں پس جہاں جہاں قدم پر خطرہ ہو جو ایسے لمبے راستہ پر چلنے کے لئے ضروری ہے کہ پوری پوری طیاری کریں۔ اور اس قدر سامان ساتھ لیں۔ اور ایسی احتیاط اور ہوشیاری سے چلیں جسکی وجہ سے ہلاک نہ ہوں اور خطرہ سے محفوظ ہوں۔

یہ سفر بہت اہم۔ یہ کام بہت ہی بڑا اور بہت ہی احتیاط و ہمت چاہتا ہے پھر وہ امر مہم کیا ہے؟ ہم نے ایک ماموریت و مستقل کو مان کر دنیا میں اعلان کیا ہے کہ ہم

دنیا کی اصلاح کیلئے مامور ہیں!

اور ہم اپنی پوری کوشش سے اللہ تعالیٰ کے فضل و تائید کے ماتحت دنیا کی اصلاح کریں گے۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلکر اپنا مال اپنے عزیز اقربا اور بالآخر اپنی زندگیوں کو اس راہ میں قربان کر کے اسی نقطہ پر دنیا کو قائم کریں گے جسکے لئے خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں اپنا مامور ہم میں بھیجا۔

یہ معمولی کام اور معمولی دعویٰ نہیں۔ دنیا کی حالت بگڑ چکی ہے۔ اس کی اصلاح کے لئے خدا تعالیٰ نے ایک مامور بھیجا۔ اس نے ہمارے سپرد اس پاک امانت اور فرض کو کیا کیا یہ ایک چھوٹا سا اور حقیر کام ہے؟ ہرگز نہیں۔

اس میں کسقدر مشکلات ہیں اور اس راہ میں کیا خطرات ہیں۔ ان کا اندازہ بھی آسان امر نہیں۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ جب ہم اس راہ میں نکلنے کے مدعی ہیں۔ اور اپنی زندگیوں کی یہ غرض رکھتے ہیں کم از کم اعلان کرتے ہیں تو ہمیں سب سے اول ان مشکلات اور ضروریات ہی پر غور کرنا ہوگا۔

ایک معمولی زکام والے کو ہر شخص دوائی دیگا۔ کوئی کہدیگا تین دن بعد اچھا ہو جائیگا۔ کوئی بنفشہ بادیان بتائیگا۔ کوئی کہدیگا کہ فاقہ کرو یہ مفید ہے۔ غرض اس قسم کی بیماریوں کے علاج کی ہر شخص جرأت کرلیگا لیکن اگر قولنج ہو پتھری ہو یا سل اور دق ہو۔ تو یہ ہر شخص کا کام نہیں کہ ایسے بیمار کا علاج کر سکے۔ بلکہ ایک عالم تجربہ کار طبیب کی ضرورت ہے اگر کوئی نادان سل کے مریض پر تجربہ کرے تو ہلاک کر دیگا۔ اور ایسا ہی پتھری نکالنے کیلئے کوئی لوہار یا ترکھان کو بلا کر شگاف دلوا دے تو نتیجہ کس قدر خوفناک ہوگا۔ اس قسم کے روزانہ مشاہدات ہمیں بتلاتے ہیں کہ جسقدر خوفناک مرض ہو اسی لحاظ سے اس کا معالج مطلوب ہوتا ہے۔ اسی اصل پر تم اپنے کام کی اہمیت کو دیکھ لو۔ کہ دنیا کی مرض معمولی ہے۔ اگر معمولی بیماری ہے تو گھبرانے کی کوئی بات نہیں اگر آخری درجہ کو پہنچ گئی ہے تو پھر معمولی طبیب نہیں بلکہ بڑے تجربہ کار۔ اور ذی علم طبیب کی حاجت ہے۔ دنیا کی بیماریوں کی کیا حالت ہے۔ اس کے لئے میں حالات سفر کو مختصراً بیان کرتا ہوں۔ تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ اور کتنا بڑا کام ہمارے سامنے ہے۔

دنیوی حالت

پہلے ہم مسلمانوں کی عام دنیوی حالت پر نظر کرتے ہیں۔ اس کے لئے مجھے بمبئی میں اتفاق سے ۱۰ دن رہنا پڑا اور اس عرصہ میں مجھے وہاں کے مسلمانوں کی عام حالت کے اندازہ کرنے اور اس پر غور کا خوب موقعہ ملا۔ بعض اسباب اس قسم کے پیش آ گئے ... کہ وہ پہلا جہاز جس میں جانے کو تھا نکل گیا۔ اور میں اس پر نہ جا سکا۔ اسلئے اس قیام بمبئی میں مجھے یہ خیال ہوا کہ مسلمانوں کی عام حالت پر غور کروں وہ ترقی کر رہے ہیں یا تنزل!

تین قسم کی مخلوق ہوتی ہے۔ امراء۔ علماء۔ اور عام لوگ اور یہ ظاہر بات ہے۔ کہ عوام الناس۔ علماء اور امراء کے ماتحت ہوتے ہیں۔ چونکہ دین اور دنیا میں ان دونوں گروہوں کے ماتحت عوام الناس ہوتے ہیں اس لئے بجائے تین کے دو ہی گروہ سمجھنے چاہئیں۔ بڑا گروہ امرا کا ہے علماء بھی علی العموم بہ استثنا بعض امرا کی ماتحتی ہی میں چلتے ہیں۔ کیونکہ امرا بوجہ مالدار ہونے کے اپنا اثر دوسروں پر ڈالدیتے ہیں۔

غرض یہ دو بڑے گروہ ہیں مجھے بمبئی میں بتایا گیا کہ یہاں مسلمانوں کی تجارت ترقی پر ہے۔ میں جو مسلمانوں کے عام حالات پر غور اور مطالعہ کرنیکا عادی ہوں یہ سن کر متعجب ہوا۔ کہ

مسلمان اور تجارت میں ترقی کر رہے ہوں!

یہ تعجب مجھے مسلمانوں کی اس زمانہ کی تجارتی حالت کے علم کے بعد ہوا والا مسلمان ایک زمانہ میں اپنی تجارت میں نہایت کامیاب اور اولوالعزم تھے۔ اس زمانہ میں جہاں ہر قسم کی نحوستیں ان کے شامل حال ہو رہی ہیں وہاں سستی بیکاری اور تجارت و حرفت سے غفلت بھی ہے۔ اس لئے میرے لئے یہ سن کر تعجب کرنا کوئی عجیب بات نہ تھی تاہم جب میں نے دیکھا اور تحقیق کیا تو جہاں مسلمانان بمبئی نے تجارت میں ۱۰ فیصدی ترقی کی ہے۔ اس کے مقابلہ میں ہندوؤں نے اپنی ترقی کو تین گنا بڑھا دیا ہے بمبئی تجارت کا مرکز ہے اور وہاں کی حالت اس امر کا اندازہ کرنیکو کافی ہے مجھے بتلایا گیا کہ جب کوئی مسلمان دو کروڑ روپیہ کما لیتا ہے تو وہ تجارت چھوڑ دیتا ہے۔ اور زمین کی قسم کی جائیداد خرید لیتا ہے۔ اور مکانات کے کرایہ وغیرہ کی آمدنی سے عیش اڑاتا ہے۔

میں نے مسلمانوں کی اس حالت پر خوب غور کیا۔ اور میں اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ یہ تو ایک گھن ہے جو مسلمانوں کو لگا ہوا ہے۔ اس طرح پر ۲۵ یا ۳۰ سال کے اندر تجارت مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جائیگی مسلمان تجارت میں گویا ترقی نہیں کر رہے بلکہ تنزل کیطرف جا رہے ہیں یہ تو ظاہری حالت ہے۔ دینی حالت کا تو ذکر ہی کرنا مناسب ہو۔ اس میں شک نہیں کہ ہندوستان میں یہ احساس ہو گیا ہے کہ ضرورت ہے اٹھنے کی ضرورت ہے ترقی کرنے کی۔ مگر اس کے لئے جو تجاویز اور تدابیر کی جاتی ہیں وہ اس قسم کی ہیں کہ ان سے کامیابی کے مقابلہ میں ناکامی کا یقین زیادہ ہوتا ہے۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کے حاصل کرنے کے لئے دین کی ضرورت نہیں اور دین کے لئے دنیا سے الگ ہونا چاہیئے حالانکہ یہ اصول محض غلط اور فضول ہے۔

دنیا و دین

دنیا اگر دین کے ماتحت ہو اور دین کے لئے ہو تو وہ عین دین ہے۔ اور دین کا دنیا کے ساتھ تعلق ہے جو قوم دنیا کو جائز طریق سے حاصل نہیں کرتی اور اُسے چھوڑ بیٹھی ہے وہ دین وہ دین کو بھی ساتھ ہی چھوڑ دیتی ہے کیونکہ دین تو محنت عملی کسب حلال کی تاکید کرتا ہے انفاق فی سبیل اللہ کی تعلیم دیتا ہے لیکن جب انسان کماتا ہی نہیں اور وہ دنیا کو محض ایک گندی اور ناپاک چیز سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے تو پھر دین کہاں رہا۔

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی تعلیم تو ہے۔ مگر ترک دنیا اور رہبانیت کی تعلیم اسلام میں نہیں۔

ہم سفر بیرسٹر

غرض بمبئی میں رہکر مجھے معلوم ہوا کہ یہاں مسلمانوں نے تجارت میں ترقی کی ہے۔ مگر وہ ترقی کیطرف نہیں بلکہ تنزل کی طرف جا رہے ہیں۔ جب میں جہاز میں سوار ہوا تو میرے ہم سفر کچھ بیرسٹر تھے جن میں سے چار ایسے تھے جو ڈگری لینے جا رہے تھے۔ چھٹیوں میں آئے ہوئے تھے۔ کورس پورا کر چکے تھے ان میں سے دو ہندو تھے اور دو مسلمان۔ ان مسلمانوں سے جب گفتگو ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ قطعاً خدا تعالیٰ کے منکر تھے ہندو منکر تو نہ تھے مگر وہ یہ سمجھتے تھے کہ کرتا کچھ نہیں ہے۔ گویا ایک بیجان اور عضو معطل کی طرح ہے یا جیسے ایک لکڑی کا ٹکڑا ہوتا ہے۔ انہوں نے مجھے یقین دلایا کہ یورپ کے تمام طالبعلموں کا علی العموم یہی مذہب ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کا اعتقاد باطل ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت ہی تعجب ہوا کہ اسلام جیسے پاک اور خدا نما مذہب کے ماننے والوں میں تو دہریہ ہوں اور کھلے الفاظ میں وہ یہ ظاہر کریں کہ خدا تعالیٰ کا اعتقاد باطل ہے مگر ہندو اتنا تو مانتے تھے کہ خدا ہے مسلمان خدا تعالیٰ کی ہستی کا ذکر سنکر ہنستے تھے ایک نے ان میں سے کہا کہ ہمارے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) بڑے دانا تھے انہوں نے سمجھ لیا کہ دنیا اس ایک خیال کے پیچھے ہے کہ خدا ہے مجھے کیا ضرورت ہے کہ ان کی مخالفت کروں۔

(ایڈیٹر الحکم۔ اس لغو خیال پر غور کرو اگر نعوذ باللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہ سمجھتے تھے کہ لوگ ایک ہی خدا کو مان رہے ہیں اسی لئے مجھکو بھی خدا کا اقرار قائم رکھنا چاہیئے۔ تو انہوں نے بت پرستی کو جائز کیوں نہ رکھا جسکے جائز رکھنے پر دنیا کی سلطنت مال و دولت غرض ہر قسم کی عزت و شوکت پیش کی جاتی تھی۔ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی اور آپ کی تبلیغ کی توحید سے ناواقفی کی دلیل ہے۔ آپ نے دنیا کے محبوب مذہب بت پرستی پر حملہ کیا اور خطرناک حملہ کیا دنیا کی ہر قسم کی خرابیوں اور برائیوں پر حملہ کیا۔ اور انکا نام و نشان مٹا دینا چاہا۔ اس میں کیوں آپکی (صلے اللہ علیہ وسلم) فطرت نے گوارا نہ کیا کہ الباطل پر راضی ہو جائیں) وہ فلاسفر تھے انہوں نے جہالت سے بچانے کے لئے لوگوں کو خدا کا اعتقاد دلایا۔ اور اپنی باتوں کو خدا کیطرف منسوب کر دیا۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

اس سے بڑھ کر گند کیا ہوگا؟ میں تو یہی جانتا ہوں کہ دہریت سب سے بڑا گند ہے۔ شرک اس سے اتر کر ہے۔ کیونکہ مشرک خدا تعالیٰ کی ہستی کا تو قائل ہے مگر دہریہ تو انکار کر کے ہنسی اور ٹھٹھا کرتا ہے۔ غرض میں نے باتوں ہی باتوں کے سلسلہ میں پوچھا کہ تمہیں قرآن کریم پر اعتراض کیا ہے؟ اس نے کہا کہ پہلا اور بڑا اعتراض تو خدا ہی پر ہے۔ وہ کہتا ہے کہ خدا ہے تو باقی آیندہ

مسلمانوں کی بدقسمتی عید میلاد اور نبوی برسی

مسلمانوں کی بدقسمتی میں کیا شبہ ہو سکتا ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جو کام وہ کرتے ہیں اس کو دین سے الگ کر دیتے ہیں (الا ماشاء اللہ)۔ ایک زمانہ تھا کہ مسلمانوں کے نصب العین اسلام تھا اور قرآن کریم اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایات انکا دستور العمل تھیں۔ ان میں سنت کے اتباع کا اس قدر جوش اور رجحان تھا کہ جہاں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ٹھوکر کھائی تھی وہاں وہ ٹھوکر کھانا بھی ثواب کا کام جانتے تھے۔ آج اس قسم کی حرکات حقیقت اتباع سے ناواقف لوگوں کی نظر میں خواہ مورد اعتراض ہی سمجھی جاویں مگر وہ قوم جو دیکھ چکی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل اتباع اللہ تعالیٰ کے محبوب بنا دینے کا ذریعہ ہے اور جس کو یقین تھا کہ نفس الامر میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اسوۂ حسنہ ہیں وہ اتباع کامل اور فنا فی الرسول کا درجہ اسی طرح حاصل کرنا ضروری سمجھتی تھی اور لاریب اس نے جو کچھ پایا اسی راہ سے پایا۔ مگر آج یہی نہیں کہ ہم اتباع نبوی کی حقیقت سے ناآشنا ہیں۔ بلکہ بیسویں صدی کی ایجاد آفرین زندگی میں شریعت کا دکھلانا بھی ہم ضروری سمجھتے ہیں (نعوذ باللہ من ذالک)

ایک شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوم کی اصلاح اور اسکی عملی کمزوری کو دور کرنے کے لئے آتا ہے اللہ تعالیٰ کے مکالمہ مخاطبہ کا اس کو شرف دیا جاتا ہے۔ منہاج النبوۃ پر قبل از وقت غیب کی خبریں اس پر ظاہر کیجاتی ہیں اللہ تعالیٰ اس کو رسول اور نبی نذیر اور جری اللہ فی حلل الانبیاء کے ناموں سے پکارتا ہے۔ وہ اپنے صدق دعوے پر وہی دلائل اور نشانات پیش کرتا ہے جو صرف نبیوں کو دیئے جاتے ہیں۔ وہ اپنی نبوت کو حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اعجازی ثبوت اور آپ کی قوت قدسی کا زندہ نمونہ بتاتا ہے وہ شریعت کا ایک شعشعہ یا نقطہ کم و بیش نہیں کرتا مگر ناقدرشناس قوم زمانہ کی ضروریات سے ناواقف قوم اس کو کافر دجال۔ ضال مضل قرار دیتی ہے (وقلیل من عبادی الشکور) باوجودیکہ دیکھتی ہے کہ وہ اپنی ساری زندگی میں کبھی شریعت غرا کے خلاف کرنیوالا ثابت نہیں ہوتا۔ اسکی تعلیم میں کبھی بھی ایسا لفظ نہیں آیا جو شریعت محمدیہ کا موید اور خادم نہ ہو۔ مگر عجیب لوگ جنکو اللہ تعالیٰ نے قوم کی ہدایت اور رہنمائی کا کام سپرد نہیں کیا اور اپنے دینی معلومات اور اسرار شریعت کے جاننے میں ممتاز نہیں ہوئے۔ جو عند الضرورت ضروریات دین میں ترمیم کرنے سے بھی نہیں ڈرتے۔ کوئی ایسا امر اصلاحی دنیا کے سامنے پیش کریں۔ جسکا شریعت اسلامیہ اور اسوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی اصل اور نمونہ نہ ہو۔ تو اور تو اور علماء دین متین کی زبان اور قلم بھی خاموش ہو جاتی ہے اس سے بڑھ کر اور بدقسمتی کیا ہوگی گزشتہ سالوں میں عید میلاد کی ایک بدعت لاہور میں کھڑی کی گئی۔ اور بعض لوگوں نے جو اسلام کے ان مسایل متممہ پر اعتراض کرنے سے نہیں چوکتے۔ جنکا براہ راست اثر حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر پڑتا ہے۔ اور جو اپنی اخباروں میں کھلم کھلا استخفاف شریعت کا ارتکاب کرتے ہیں اس پر قوم کو توجہ دلائی اور سیواجی وغیرہ کی برسی کی مثالیں دیکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عید میلاد کا جواز نکالا۔ میں نے جہانتک میرے قلم و دماغ نے طاقت دی اس بدعت کے برخلاف جنگ کی۔ اور خدا کا شکر ہے کہ امسال وہ شور و پکار اخبارات میں نہیں اور صرف ایک جید اساز مار نے کیلئے ایک آدھ نوٹ اخبارات میں نہایت تنگ وقت میں نکلا۔ میں کہتا کوئی بھی مسلمان اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر موجب برکات اور باعث حسنات و برکات کا ہے۔ لیکن محض ایک تماشا کے طور پر اور ایک ایسی طرز پر جسکی اصل اسلام میں نہ پائی جاتی ہو۔ بلکہ جو کفار کی تقلید اور تعلیم سے ایک رسم کے طور پر ہو وہ نہ صرف دور از کار ہے بلکہ حقیقت کو ملمع سازی سے بدل دیتا ہے۔ اسلامی مدارس کے نصاب تعلیم میں تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ کا کوئی جز نہ ہو اور تو اور ہمارے مدرسہ تعلیم الاسلام میں بھی افسوس ہے کہا جاتا ہے نہیں ہے اگر محض نمائش کے طور پر ایک تاریخ مقررہ پر سالگرہ منانیکا تماشا دکھا یا گیا تو ہم طیار ہو جاویں انا للہ وانا الیہ راجعون میں تسلیم کرتا ہوں کہ ایسے جلسوں اور عیدوں کے بانیان کی نیت درست ہے۔ اور وہ اس سے شوکت اسلام ظاہر کرنا چاہتے ہیں لیکن میں پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص عصر کی نماز کے بعد مغرب سے پہلے مسلمانوں کو ایک اور نماز پڑھنے کی تاکید کرے محض اس لئے کہ یہ عبادت ہے تو کیا یہ نیکی کا کام ہوگا صحابہ کرام سے بڑھ کر (رضوان اللہ علیہم اجمعین) ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے محب اور آپ کے ذکر خیر کی اشاعت کے دلدادہ نہیں۔ مگر کیا تم بتا سکتے ہو کہ انہوں نے اپنی سلطنت اور شوکت کے ایام میں اس قسم کی سالگرہیں اور عید میلاد النبی منائی تھیں؟۔

پھر اس سے بڑھ کر عجیب بات سناتا ہوں پچھلے دنوں محض ترکی کی مصیبت کی وجہ سے مسلمانوں کی کشتی کے ناخدا الٰہی آمنت کو ہدایت کر رہے تھے۔ کہ عید مت مناؤ۔ یہ سوگ کے دن ہیں۔ وہ عید جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے منائی اور جس کو کبھی سوگ نہیں قرار دیا گیا۔ جو نہایت خوشی کا دن سمجھا گیا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے سال بھی صحابہ نے پوری خوشی سے منائی اسکے تو بند کرنے کے اعلان کئے گئے۔ اور قربانی کو ترک کرنے کی ہدایت کی گئی لیکن میلاد النبی کی عید میں کوئی روک اور تاخیر نہ ہونے پاوے۔ کسقدر شرم کی بات ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مقررہ عید متروک ہو تو حرج نہیں قربانی متروک ہو تو نقصان نہیں اور بعض احمقوں کے نزدیک مجروحین کے چندہ کے لئے نماز بھی ترک ہو تو ثواب ہے۔ لیکن لاہوری مشن کی اختراعی عید ایسی ہے کہ نہ اس کو کوئی غم روک سکتا ہے نہ استخفاف شریعت و ایجاد بدعت کا خوف۔ ایسی حالت کو دیکھکر جو اسلام اور مسلمانوں پر رو سکتا ہے وہ روئے اور دل کھول کر روئے۔ یہ عید میلاد کی بدعت کا ذکر ہے۔ لاہور میں احمدی جماعت کے بزرگ سالگرہ تو نہیں۔ مگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی برسی مناتے ہیں اور وہ اس جلسہ کو جلسہ یادگار روز وفات حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم قرار دیتے ہیں۔

مجھے دوسرے مسلمانوں پر اسقدر افسوس نہیں جسقدر اپنے معزز بزرگوں پر ہے وہ ایک ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہیں جو دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا اعلان کرتی ہے۔ وہ محض تعلق ہی نہیں رکھتے بلکہ قوم کے ممتاز بزرگ ہیں ان کے طرز عمل کا اثر دوسروں پر پڑتا ہے

میں اس کو یقیناً جانتا ہوں کہ انکی نیت نیک ان کے اغراض پاک ہیں۔ اور وہ انما الاعمال بالنیات کے ماتحت اعتراض سے بری ہو سکتے ہیں لیکن کیا یہ سچ نہیں کہ دنیا میں ہر بدعت کی بنیاد نیک خیالات پر ہی رکھی ہوئی قرار دیجا سکتی ہے۔ اور اسکی تائید میں بیسیوں دلایل پیش کئے جا سکتے ہیں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن کی یادگار ایک جلسہ کی صورت میں قایم رکھنے کی ضرورت ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام جیسے عظیم الشان غلام احمد صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن کی یادگار میں کوئی جلسہ نہ کرنا کیوں غیر ضروری ہے؟ اور کیا صحابہ رضوان تابعین اور تبع تابعین میں اس یادگار کی کوئی اصل ہے؟ میرے اس اختلاف رائے پر جو کسی کا جی چاہتا ہے مجھکو کہہ لے ہاں مگر خدا کے لئے میری بات پر غور کرو۔

ایک وقت میرا اپنا بھی یہی خیال تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یادگار کا دن منانا چاہیئے اور اس روز مختلف مقامات پر ہماری انجمنیں جلسے کریں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغ کریں اور آپ کے کاموں سے دنیا کو آگاہ کریں یہ ۱۹۰۹ء کا واقعہ ہے میں نے اس پر ایک آرٹیکل اپنے جوش میں لکھا۔ اور لکھکر اسے حسب معمول حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور میں پیش کیا۔ میرا خیال تھا کہ حضرت بڑی خوشی کے ساتھ اس کی اجازت دیں گے۔ مگر جب میں نے اس ریمارک کو پڑھا۔ جو حضرت امام نے اس پر لکھا تو میری آنکھیں کھل گئیں۔

میں نے محسوس کیا کہ میں تاریکی سے روشنی میں آ گیا۔ اور حضرت امیر المومنین کے ایمان پر میرا ایمان اور بھی بڑھ گیا نور الدین ہم سے زیادہ مسیح موعود کا محب اور مطیع تھا اور ہے۔ وہ اسکی حقیقت اور قدر کو ہم سے زیادہ جانتا اسکی بعثت و رسالت کے لئے ہم سے زیادہ جوش اور اخلاص رکھتا ہے مگر اس نے پسند نہ کیا کہ ایک بدعت قایم ہو۔ میری نیت نہایت نیک اور میں پورے شعور سے کہتا ہوں۔ کہ اخلاص پر مبنی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے۔

نور الدین کے ذریعہ مجھے ایک بدعت کی تحریک سے بچا لیا وہ مضمون میں نے تخیلات نور کے لئے رکھا ہوا ہے مگر اس مضمون کے مناسب حال سمجھ کر میں اُسے یہاں بھی درج کر دیتا ہوں۔ اس سے پتہ لگ جائیگا کہ میرا کیا خیال تھا میں نے اس مضمون میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس یادگاری جلسہ کا بھی ذکر کیا ہے مگر بعد میں معلوم ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن جلسہ کرنے کی ایک مرتبہ خاص حالات کے ماتحت حضرت نے اجازت دی تھی۔ نہ اسے مستقل طور پر ایک ضروری امر یہ تعین تاریخ قرار دیدیا تھا بہرحال اس پر حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنی رائے لکھدی تھی اس سے ناظرین کو پتہ لگ جائیگا آج ۱۹ تاریخ کو لاہوری جلسہ کی بنا پر یہاں قادیان میں ایک جلسہ کرنیکی اجازت حضرت خلیفۃ المسیح سے مانگی گئی تو آپ نے جو جواب ایسے سایل کو دیا ہے وہ حسب ذیل ہے:-

میں نے ایسے جلسوں کے متعلق قرآن مجید اور صحیح حدیث میں قطعاً کچھ نہیں پڑھا۔ وانی اخاف البدع۔ مرزا جی کی وفات کا جلسہ بھی اسی قسم کا ہے قرآن و حدیث پر عمل کرو ان امور سے کیا حاصل ہے۔ نور الدین +

میری غرض اس مضمون کے لکھنے سے محض اس قدر ہے۔ کہ ہمارے احباب جہاں کہیں بھی اس قسم کے خیالات رکھتے ہوں یا ایسے جلسے کرتے ہوں۔ انہیں حضرت خلیفۃ المسیح کے اس ارشاد کے ماتحت دین کو دنیا پر مقدم کر لینا چاہئے نہ میری تردید کی فکر۔ تبلیغ الاسلام و ترقیج ذکر خیر الانام صلے اللہ علیہ وسلم کے ہزاروں موقعے ہیں۔ اس تاریخ کو چھوڑ کر جب چاہو کرو۔ اور ضرور کرو کیونکہ یہی ہمارا کام ہونا چاہیئے۔ اب میں آخر میں اس مضمون کو درج کر دیتا ہوں۔ جو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یادگار یوم وفات کے لئے لکھا تھا۔ اور اس پر جو رائے حضرت امام نے دی تھی وہ بھی درج ہے۔ آخر میں امید کرتا ہوں۔ کہ میرے بھائی مجھے اس بھولی ہوئی بات کے یاد دلانے میں معذور سمجھیں گے اور اصل مقصد کو زیر نظر رکھیں گے

۲۶ مئی کو مت بھولو!

کالال جی اند ہم زیر زمین۔

تو بگوری باحیات این چنین

۲۶ مئی سلسلہ احمدیہ بلکہ اسلام کی تاریخ میں ایسا دن ہے جبکہ نبیوں کے موعود اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مبشر اور مسیح موعود اور مہدی مسعود نے (علیہ السلام) اپنا کام ختم کر کے انتقال فرمایا۔ اور اس طرح پر اسلام کی عمارت کی آخری اینٹ اپنے مقام پر جا لگی۔ اس وقت جیسا کہ اللہ تعالے نے پہلے سے ظاہر کر دیا تھا:-

کہ اس دن سب پر اداسی چھا جائیگی۔

اُداسی کے تاریک بادل نے اپنا سایہ کر دیا۔

ہمیں مرگ است کز یاراں ہوشند دوے یاراں را

بیک دم مے کند وقت خزاں فصل بہاراں را

اُس وقت ہماری کیا حالت تھی۔ اور کس طرح پر اللہ تعالے نے اپنے فضل سے سنبھالا۔ اس کے اظہار کی اس وقت ضرورت نہیں۔ مگر اتنا کہنا ضروری ہے کہ اہل دنیا نے جن کی نظر مادی اسباب سے آگے نہیں چلتی اور جو اپنے قیافہ اور دانشوں اور تجربوں اور عقلوں ہی کے غلام اور عابد ہوتے ہیں۔ سمجھ لیا تھا کہ یہ قوم اب تتر بتر ہو جائیگا۔ اور اس پاک وجود کیساتھ جماعت اور اس کے اغراض کا خاتمہ ہو گیا۔ لیکن ہم جو خدا تعالیٰ کی قدرتوں کے عجائبات دیکھ چکے تھے۔ اس ابتلائے عظیم میں اللہ تعالے کے فضل عظیم کی شعاعوں کو اترتے مشاہدہ کرتے تھے۔ اور اس تاریکی اور تیرگی میں ایک نور کیساتھ چل رہے تھے۔ چنانچہ خدا تعالے نے اپنی تجلی ایک قلب پر اس رنگ میں نازل کی کہ اسے بے انتہا وسعت اور حوصلہ عطا کر دیا۔ اور اس نے اپنی قوم کے بوجھ کو برداشت کرنیکے اُسے قابل پایا۔ دوسری طرف مومنین کے قلوب میں ایک ایسی سکینت اور توجہ پیدا کر دی۔ کہ بے اختیار ہر ایک دل اُسی نور کیطرف کھنچا گیا جو نور الدین کے قلب پر اتر رہا تھا۔ اور سب کے ساتھ نور الدین کے ہاتھ پر ایک ہو گئے۔ دشمنوں کی امیدوں اور آرزوؤں کا بہت بُری طرح خاتمہ ہوا۔ اور ہماری شب تار روز روشن سے بدل گئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد سلسلہ عالیہ احمدیہ پر کیا کیا ابتلا آئے۔ اور کس کس قسم کے فضل اور برکات کا نزول ہوا یہ امور تاریخ سلسلہ سے متعلق ہیں۔ اور یہاں اُن کو دوہرانا میرا مقصد نہیں بلکہ میں اپنے ناظرین کو

۲۶ مئی کی یاد دلانا چاہتا ہوں

۲۶ مئی اب آنے کو ہے۔ یہ علم اللہ تعالے ہی کو ہے کہ اس وقت تک اس مضمون کے لکھنے والے اور پڑھنے والوں میں سے کون زندہ ہوگا۔ اور کون اس دنیا سے کوچ کر گیا ہوگا۔ بہرحال جو زندہ ہوں ان کے لئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس دن کی یاد تازہ کیجاوے۔ میری اپنی رائے یہ ہے کہ اس عظیم الشان انقلاب کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے جہاں جہاں ہمارے احمدی بھائی رہتے ہیں۔ اور احمدی انجمنیں قائم ہیں۔ متفق ہو کر ایک عام جلسہ کریں اور اس جلسہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی اور آپ کی خدمات کا خاص طور پر ذکر کیا جاوے۔ اور اس طرح اس پاک پیغام کو۔ پہونچانیکی کوشش کی جاوے۔ جو آپ لیکر آئے تھے۔ اور پھر اس جلسہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یادگار مدرسہ احمدیہ قادیان کے لئے کچھ نہ کچھ چندہ بھی جمع کیا جاوے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ کی پاک سیرۃ کو اپنے لئے اسوہ قرار دیکر اس رنگ میں رنگین ہونیکے لئے اور پھر خدا تعالیٰ سے دعا مانگی جاوے اور کثرت سے حضرت مسیح موعود اور سید الرسل حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جاوے۔ اور یہ اس تجویز کا مختصر سا خاکہ ہے۔ جو میں اس دن کی یاد تازہ رکھنے کے لئے پیش کرتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ احمدی قوم اس کو سرسری نظر سے نہیں دیکھے گی۔ وہ اس سے فایدہ اٹھانے کی کوشش کریگی غالباً۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بارہ وفات کے روز جلسہ کرنے کی اجازت دی تھی۔ چنانچہ لاہور میں ہمارے احمدی بھائی ہر سال جلسہ کرتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ اور آپ کی تعلیم پر لیکچر وغیرہ دیتے ہیں۔ اسی منہاج پر اگر ۲۶ مئی یوم وفات مسیح موعود علیہ السلام پر بھی عام جلسے ہوں۔ اور آپ کے سلسلہ کی تبلیغ اور اشاعت کا کام کیا جاوے تو میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ یہ ایک مفید کام ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روح کو ثواب پہونچانے کے لئے مدرسہ احمدیہ کے لئے چندہ جمع کرنا صدقہ جاریہ کا کام دیگا۔ اس لئے ان امور پر نظر کر کے اگر کوئی اور مفید بات بھی پیدا ہو اور کسی بھائی کے خیال میں آوے۔ جو شریعت حقہ اسلام کے خلاف نہ ہو تو اس کا اظہار بھی غیر مفید نہ ہوگا۔ میں اپنے اخبار کے ذریعہ بھی اگر اس وقت تک زندہ رہا۔ بفضلہ تعالے اس دن کو منانے کی کوشش کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور وہ اس طرح پر کہ **۲۱ مئی کا الحکم** ایک خاص قسم کا پرچہ ہوگا۔ اور کوشش کیجاوے گی کہ اس میں ۲۸ مئی کا پرچہ شامل کر دیا جائے۔ اور اس طرح پر ۳۲ صفحوں پر شایع ہو۔ اس پرچہ کے مضامین سب کے سب انشاء اللہ العزیز ایسے ہوں گے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذکر خیر سے لبریز ہوں گے۔ اور ان میں سے اکثر آپ کی قلم سے نکلے ہوئے ہوں گے۔ اور ایسے جو ابھی شایع نہیں ہوئے۔ یا ان پر اتنا عرصہ دراز گذر گیا ہے کہ کسی کو معلوم بھی نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مختصر سی سوانح عمری بھی دیجاویگی اور اس اخبار میں نور الدین کا تعلق مسیح موعود سے ایک مضمون ہوگا جسکے لئے اگر خدا تعالیٰ نے چاہا۔ تو میں خود حضرت امیر المومنین سے لکھواؤنگا۔ اور اگر کسی وجہ سے قاصر رہا۔ تو خود بفضلہ تعالیٰ لکھوں گا۔ یہ پرچہ انشاء اللہ عجیب مضامین سے مزین ہو کر نکلے گا۔

حضرت خلیفۃ المسیح کی رائے

مجھے ہمیشہ تعیین تاریخ اور ایسے عرس میں گو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی ہو بدعت نظر آتی ہے۔ صحابہ کرام سے بڑھکر کوئی محب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا مجھے نظر نہیں آتا۔ نہ تابعین میں نہ تبع تابعین میں۔ اس لئے میں ایسی تجویز کو محبت کی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا۔ یہ امور مخفی در مخفی رنگ میں روپیہ جمع کرنے کے ذرایع نظر آتے ہیں! **خود مرزا صاحب مغفور نے کبھی بارہ وفات کا جلسہ اپنے گھر میں ہرگز نہیں کیا!**

غرض میں اپنے زندگی کے چند دنوں کے لئے بدعات کو گوارا نہیں کرسکتا۔ اور ایسے امور میں بدعت کے خطرناک زہروں سے بچنے کا لحاظ ضرور رکھو۔

(الحکم) جزاک اللہ احسن الجزا۔ "سخن گفتی و در سفتی"!

مختصر نوٹ

دیدۂ عبرت کشا حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی وصیت میں **حوادث** کے متعلق ایک پیش گوئی کی تھی۔ آپ نے فرمایا:- کہ

"حوادث کے بارے میں جو مجھے علم دیا گیا ہے وہ یہی ہے کہ ہر ایک طرف دنیا میں **موت اپنا دامن پھیلائے گی۔ اور زلزلے آئیں گے** اور شدت سے آئیں گے اور زمین کو تہ و بالا کر دیں گے اور بہتوں کی زندگی تلخ ہو جائیگی پھر وہ جو توبہ کریں گے اور گناہوں سے دست کش ہو جائیں گے۔ خدا ان پر رحم کرے گا۔ جیسا کہ ہر ایک نبی نے اس زمانہ کی خبر دی تھی۔ ضرور ہے کہ وہ سب کچھ واقع ہو لیکن وہ جو اپنے دلوں کو درست کر لیں گے اور ان راہوں کو اختیار کریں گے جو خدا کو پسند ہیں۔ ان کو کچھ خوف نہیں۔ اور نہ کچھ غم خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ میں تجھے اس قدر برکت دونگا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

ضرور ہے کہ آسمان کچھ دکھاوے اور زمین کچھ ظاہر کرے لیکن خدا سے ڈرنے والے بچائے جائیں گے خدا کا کلام مجھے فرماتا ہے۔ کہ کئی **حوادث** ظاہر ہوں گے۔ اور کئی آفتیں زمین پر اتریں گی۔ کچھ تو میری زندگی ہی میں ظہور میں آجائیں گی اور کچھ میرے بعد ظہور میں آئیں گی۔ اور وہ **اس سلسلہ کو پوری ترقی دیگا۔ کچھ میرے ہاتھ سے اور کچھ میرے بعد"**

کیا یہ سچ نہیں؟ کہ اس وقت قریباً اُن آفتوں کا نزول ہو رہا ہے۔ اور وہ حوادث اور موت اپنا دامن پھیلائے ہوئے ہے۔ دنیا میں ایک ایسی آگ لگ چکی ہے جس کا فرو ہونا آسان نظر نہیں آتا۔ خدا کی باتیں پوری ہو رہی ہیں۔ یہ وقت ہے کہ ہم دنیا کو اس حق سے آگاہ کریں تاکہ اسکی آنکھیں کھلیں ہمیں ان حوادث میں کسی ایک یا دوسرے پارٹ کے لینے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ ہمارا کام اس وقت اگر ہے تو دنیا کو بیدار کرنا ہے۔ اور انہیں بتانا ہے کہ ان حوادث سے بچنے کی ایک ہی صورت ہے کہ اس نذیر پر ایمان لاؤ جسکی صداقت کیلئے اللہ تعالیٰ نے ان زور آور حملوں کو شروع کر دیا ہے۔ اس خیال سے کہ ہمارے ایمان بڑھیں۔ اور خدا تعالیٰ کی اس پیش از وقت دی ہوئی خبر سے ہم ترقی کریں حوادث عالم کا سرسری بیان مفید ہوگا۔ اسے غور سے پڑھو۔ ملت لکھتا ہے:۔ کہ

حوادث عالم اور دامن موت

اس وقت قریباً ساری دنیا میں ایک آگ سی لگ رہی ہے۔ ولایت میں حقوق طلب عورتوں نے وہ طوفان بدتمیزی برپا کر رکھا ہے کہ بڑے بڑے انگریز مدبر جوکڑی بھول گئے ہیں۔ امریکہ میں بھی مختلف پارٹیوں میں اینٹ کتے کا بیر ہے۔ میکسیکو میں خانگی جنگ برپا ہو رہا ہے۔ جاپان میں مختلف پارٹیوں کے درمیان جوت دبیزار ہو رہا ہے۔ چین میں بھی حوادث زمانہ آماجگاہ بنا ہوا ہے جرمنی بحری طاقت کو مضبوط کرنے میں کمال دکھا رہا ہے اور یہ راز طشت از بام ہوا ہے۔ کہ وہ کئی جہاز خفیہ طور پر مدت سے تیار کر رہا ہے۔ انگلستان کے جنگی ناکوں پر رات کے وقت جنگی جہاز سے پرواز کرتے دیکھے جا رہے ہیں۔ اور یہ یقین کیا جاتا ہے کہ وہ جرمنی کے ہیں۔ اور انگلستان کے متعلق جرمنی کی نیت بخیر نہیں ہے۔ عرب میں ایک جرمنی جاسوس مدت دراز تک خفیہ طور پر اپنے آپ کو بادشاہ منوانے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ اور معلوم ہوا ہے کہ قیصر جرمنی نے اس کو اس غرض سے بھیجا تھا۔ اور فیصلہ یہ ہوا تھا کہ اگر وہ عربوں سے اپنے آپ کو بادشاہ تسلیم کرا لینے میں کامیاب ہو جائے تو شاہانہ حقوق والقاب قیصر کے نام پر منتقل کر دے۔ اور اس معاوضہ میں ایک گرانبار رقم لیلے۔ چنانچہ ایک معقول رقم اُسے پیشگی بھی دی گئی۔ اب وہ شخص فرانس میں وارد ہے اور کہتا ہے کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ اور جس شخص نے اُسے قیصر کے قائم مقام کے طور پر روپیہ دینے کا وعدہ کیا تھا اس پر اس نے دعوے دائر کر رکھا ہے۔ نپولین نے بھی اپنے زمانہ عروج میں اس قسم کی کوشش کی تھی اور ایک بڑی حد تک کامیاب بھی ہو گیا تھا۔ مگر وہ مہدی کے بھیس میں مسلمانوں کی بیخکنی کے درپے تھا۔ جس فرانسیسی نے اپنے آپ کو خلیفہ مہدی مشہور کیا تھا وہ سائنس کے ہتھکنڈے سے بطور معجزہ دکھا کر عربوں کو اپنے ہتھے چڑھانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ مگر نپولین کی سرنگونی نے سب کیا کرایا خاک میں ملا دیا۔ اُدھر فرانس جرمنی کے مقابلہ میں بری فوج میں اضافہ کر رہا ہے اور انگلستان بحری اقتدار کو قائم رکھنے کیلئے پیچ و تاب کھا رہا ہے۔ عالم اسلام میں جو شور برپا ہے۔ اس سے ناظرین بخوبی آگاہ ہیں۔ اس سیاسی ہلچل کے علاوہ ارضی و سماوی حوادث غضب ڈھا رہے ہیں۔ طوفان زلزلے اور قحط سخت نقصان جان و مال کا پہونچا رہے ہیں۔ آتش زدگیوں کا بھی شور ہے۔ انارکسٹانہ تحریکوں کا بھی زور ہے اور یہ سب علامتیں ایک عالمگیر انقلاب کی ہیں اور عجب نہیں کہ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کی موجودہ بساط بالکل الٹ جائے اور چند ہی سالوں میں ایک نیا آئین اور تمدن دنیا پر حکمران ہو جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اس نوٹ میں جن فقرات کو خط کشیدہ لکھدیا ہے اُن پر غور کرو۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وصیت کے ان الفاظ کو پڑھو۔ جو پہلے نوٹ میں میں نے لکھدیئے ہیں۔ اور پھر ٹھنڈے دل سے ان پر غور کرو!

ضرورت امام

اس وقت کی اسلامی دنیا اپنی سراسیمگی اور پریشانی میں امام منتظر کے لئے بیقرار ہو رہی ہے۔ مختلف دعاؤں تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ ان خواہشوں کا اظہار ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے مسلمانوں کے اس بڑھتے ہوئے جوش سے فائدہ اٹھا کر امام منتظر کے دعاوں پر کتابیں شائع کرکے خوب فائدہ اٹھایا مگر باوجود اس اضطراب باوجود اس تڑپ اور جوش کے آنیوالے کو انہوں نے شناخت نہ کیا الا ماشاء اللہ لیکن تو بھی یہ بڑھتی ہوئی بیقراری کم از کم ضرورت کو توپیدا کر رہی ہے اگر اس وقت بھی وہ امام منتظر کسی غار سے نہ نکلے اور آسمان سے آنیوالے ابن مریم نے کسی ایروپلین (ہوائی جہاز) کے ذریعہ اتر کر مشکل کشائی نہ کی تو کچھ نہیں کہ اسلامی دنیا کو اس عقیدہ کے متعلق سخت ٹھوکر لگے گی۔ ہاں جن کو سعادت ازلی سے حصہ دیا گیا ہے وہ اس حق کو پالیں گے۔ اس وقت ضرورت ہے کہ لاکھوں کی تعداد میں رسالے اور اشتہارات حضرت مسیح موعود کے نزول و بعثت پر لکھ کر اسلامی دنیا میں پھیلا دیئے جائیں اور اس حقیقت سے دنیا کو آگاہ کیا جاوے ہمیں ضرورت نہیں کہ سیاسی مسائل کی گھتیاں سلجھائیں اور یورپ کی سیاسیات میں داخل ہو کر اپنی سیاسی دانش کا ثبوت دیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے امام اور اس کے جانشین کو ان مقاصد سے بالاتر ایک مقصد دیا ہے۔ اسے ہم لیکر آفاق الارض میں گھوم جائیں۔ اور دنیا کو بتا دیں کہ

آنیوالا آگیا چاہو تو قبول کرو!

وہ لوگ جو سیاسیات اور مادیات کے واعظ اور موید تھے اب وہ خود اس امر کیطرف اتر آئے ہیں۔ کہ ہمیں اپنی روحانی قوتوں کے بڑھانے کی فکر کرنی چاہیئے جیسا کہ ملت نے بڑے زور سے لکھا ہے:

روحانی قوتیں

معزز ہم عصر ملت رقمطراز ہے کہ ہم کو یہ دیکھ کر سخت رنج ہوتا ہے۔ کہ مغربی مادیت کی ظاہری خوشنمائی پر بھول کر مسلمان نوجوان بھی روحانی و اخلاقی زندگی سے کورے ہو رہے ہیں۔ اور دنیا کے عیش و طرب اور دولت ہی کو زندگی کا ماحصل اور انجام سمجھتے ہیں۔ عاقبت سے ایسے بیفکر ہیں کہ گویا کہ وہ محض شیخ چلی کا ہوائی قلعہ ہے اور اتنا نہیں سوچتے کہ صرف دنیا کی قلیل زندگی ایک سوچنے والے جاندار کے لئے سراسر لعنت ہے۔ اور اگر اس کی خاطر یہ زندگی اور وہ طاقتیں جو انسان میں موجود ہیں۔ انسان کو عطا کی گئی ہیں۔ تو گویا وہ بالکل فضول اور دور از مطلب ہیں کیونکہ انسان انسانی زندگی میں اپنے قدرتی جذبات کا ایک لاکھواں حصہ بھی عملی طور پر درجہ تکمیل کو نہیں پہونچا سکتا۔ تو کیا پھر یہ جذبات فضول نہیں؟ کیا ان جذبات کا پیدا کرنیوالا ظالم ہے؟ کہ وہ دریا میں پھینک کر حکم دیتا ہے کہ ہوشیار رہنا کہ دامن تر نہ کن۔ اے عزیز سوچو اور پھر سوچو اور خوب سوچو کہ یہ دنیاوی زندگی کس مقصد کی تحصیل و تکمیل کا ذریعہ ہے۔ کیا ہمارے انبیاء اور صلحاء اپنے دشمن تھے؟ کہ پیدائش سے لیکر موت تک دنیا کے تعیش و تنعم سے کنارہ کش رہے۔ کیا وہ مقصد زندگی کے سمجھنے سے عاری تھے؟ اگر یہی زندگی ہے اور اسی کے لئے یہ سارا ساز و سامان مہیا کیا ہے۔ تو پھر اس تمدن و قانون و اخلاق سے کیا مطلب؟ "کھاؤ پیو اور خوش رہو" کی خواہش کے ہوتے دنیا اس خواہش کو کیوں نہیں پورا کر سکتی۔ تم آج کل کا فکر کیوں کرتے ہو آیندہ کے منصوبے کیوں سوچتے ہو؟ خدا نے انسان کے اندر آیندہ فکر کی جو طاقت پیدا کر دی ہے تو کیا یہ اسی تیس چالیس سال پر حاوی ہے اور کیا انسان کی قوت متصورہ ایک نسل کے منصوبوں پر قانع ہو جاتی ہے۔ کیا یہ صدیوں کے پروگرام ہم کو غور اور فکر سے آزاد کر دیتے ہیں؟ تو اب خیال کرو کہ جب ہزاروں سالوں کے پختہ ورز ہماری بے چینی میں کاہ بھر تخفیف نہیں کر سکتے۔ اور ہمیں ایک لحظہ کا اطمینان حاصل نہیں ہوتا تو کیا یہ غور اور سوچنے والی قوت صرف دنیاوی پروگراموں کے لئے ہی ہے اگر ایسا ہی ہے۔ تو کیوں نہیں پروگراموں کی "تکمیل پر ہم مطمئن ہو جاتے" ہم نہیں ہوں گے۔ جب تک کہ ہم اپنی ساری قوتوں سے وہی کام نہ لیں گے۔ جن کے لئے وہ پیدا کی گئی ہیں۔ ہاتھ و بیکار رہنے کا مطلب اُسے ضایع کرنا یا عضو معطل بنانا ہے۔ اسی طرح ان قوتوں سے کام نہ لینا جو آیندہ کی فکر میں ہمیں مستغرق رکھتی ہیں۔ ان قوتوں سے جواب لینا ہے ان قوتوں کا ابھار اور جوش صاف طور پر محسوس کرا دیتا ہے کہ انکی رسائی دنیاوی مہمات سے بہت آگے ہے اور جبتک ہم ان کے حسب حال اس بلندی تک نہیں پہونچائیں گے جسکا وہ مطالبہ کرتی ہیں ہم کبھی مطمئن اور شادکام نہیں ہوں گے۔ اور چونکہ ہم ان قوتوں کے صحیح مصرف کا پتہ نہیں لگاتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دن رات بے چین رہتے ہیں اور دنیا کے بادشاہ ہو کر بھی اپنے آپ کو ہر در کا محتاج پاتے ہیں۔ ان قوتوں کے صحیح مصرف نہ جاننے کا نتیجہ ہے۔ کہ ہم اپنی بے چینی کا اصلی سبب جاننے سے قاصر رہتے ہیں۔ اگر ہم ہاتھ سے پاؤں کا کام لینا شروع کر دیں۔ تو نتیجہ کیا ہوگا؟ اس طرح اگر ہم ان قوتوں سے جو روحانی فرایض کے لئے مقرر ہیں دنیاوی گورکھ دھندوں ہی صرف کریں گے۔ تو مبتلائے مصیبت ہوں گے۔ اور ہم چونکہ مبتلائے مصیبت ہیں۔ لہذا ظاہر ہے کہ ہم روحانی قوتوں کو بھی دنیا کے کاموں

میں صرف کرنے کی مہلک غلطی کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔ جو لوگ ان قوتوں کے فرائض منصبی کے سامنے زانوے آداب طے کرکے بیٹھنا چاہیئے*

مسلمانوں کی موجودہ پستی کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے چند صدیوں سے اپنی ساری توجہ سیاسی اور مادی امور میں صرف کر رکھی ہے اور چونکہ انسان کی مادی قوتیں ایک ہی صیغہ کے لئے مخصوص نہیں ہیں۔ اس لئے جو شخص بھی ان قوتوں کو ایک ہی صیغہ کے لئے مختص کر دیگا وہ منہ کی کھائیگا۔ قوتوں کا غلط استعمال نا صرف قوتوں کو کمزور دیتا ہے بلکہ ان کو موجب نقصان بنا دیتا ہے اور زندگی کا رابطہ و ضابطہ موقوف ہو جاتا ہے۔ جو قوتیں سیاسی امور کے لئے تھیں چونکہ ان میں اور قوتوں کا بھی دخل ہو گیا ہے۔ جو ان امور کے اہل ہی نہیں۔ اس لئے سیاسی امور کی قوتیں بھی اپنا فرض ادا کرنے سے قاصر ہو گئی ہیں۔ اگر ایک گاڑی کو ایک ہی وقت پر ہم ہاتھی اونٹ۔ گھوڑے۔ خچر۔ گدھے۔ کتے سے چلانا چاہیں تو نتیجہ ظاہر ہے اگر ہم گاڑی کے لئے گھوڑے سے شکار کیلئے ہاتھی سے صحرائی سفر کے لئے اونٹ سے اور پہاڑی سفر کیلئے خچر سے۔ بار برداری کے لئے گدھے سے۔ پاسبانی کے لئے کتے سے کام لیں تو ہمارے کام بخیر و خوبی سر انجام پائیں امید ہے برادران ملت ان امور پر غور کریں گے۔ اور سیاسی امور میں منہمک رہنے کی بجائے اپنے اوقات عزیز کو ایک سچے مسلمان کی طرح اس طرح پر تقسیم کریں گے کہ معینہ وقت پر کام ہو۔ اور ہر قوت کی نشوونما کے لئے ایک معین وقت ہو وما علینا الا البلاغ*

الارم! سرخ جھنڈی آنے والا خطرہ!

جہاں حوادث اور مہلک خطرات کا اندیشہ ہوتا ہے وہاں الارم دیا جاتا ہے۔ اور سرخ جھنڈے کے ذریعہ بتا دیا جاتا ہے کہ کوئی خطرہ آنیوالا ہے۔

میں مسلمانوں کو ایک آنیوالے خطرہ سے الحکم کی کسی اگلی اشاعت میں انشاء اللہ العزیز آگاہ کرونگا خدا کے فضل سے توفیق چاہتا ہوں*

بائیکاٹ اور احمدی

پرکاش لکھتا ہے کہ علیگڈھ کے ایک جلسہ میں۔ انگریزی۔ فرانسیسی۔ روسی۔ اطالی۔ اسٹرین مال کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اور اس کے متعلق علماء کا فتویٰ حاصل کر لیا گیا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ لوگ ایجی ٹیشن اور بائیکاٹ کو آج کل اپنی کامیابی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اور اس سبق کے معلم ہندوستان میں ہمارے برادران وطن ہیں۔ مگر پرکاش اور اس کے ہم خیال اخبارات کو معلوم رہنا چاہیئے کہ **احمدی قوم اس قسم کے طریقوں کو پسند نہیں کرتی** اور بائیکاٹ کا مسئلہ ہمارے نزدیک ناقابل عمل ہے اپنی ملکی اشیاء کو ترقی دینا تجارت کو بڑھانا مادی اور اقتصادی اصولوں کی بناپر ہر چند بہتر ہے لیکن دوسرے ممالک کی اشیاء سے متمتع ہونا ہم قرآن مجید کے احکام کے ماتحت ایک نعمت سمجھتے ہیں۔ اس لئے احمدی قوم نے نہ پہلے جب ہندوؤں نے بائیکاٹ کے ہتھیار کو استعمال کیا۔ اور نہ اب جبکہ ہمارے مخالف الرائے مسلمان اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اس کو اپنا دستور العمل بنایا ہے ہماری جماعت اس قسم کی تحریکوں میں کبھی حصہ نہیں لیتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے سمندروں کے راستہ جہازوں پر یہ چیزیں بھیجتا ہے ہم کیوں ان سے فائدہ نہ اٹھائیں تعجب ہے کہ جو لوگ بائیکاٹ کا وعظ ضرورت کے وقت کرتے ہیں۔ خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان ایک طرف فری ٹریڈ کی حمایت کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف بائیکاٹ کو ضروری سمجھ لیتے ہیں۔

اودہار اور نیوگ میں کیا فرق ہے

پرکاش نے لکھا ہے کہ اسٹریلیا میں جھیل ایری کے قریب رہنے والوں فرقوں میں بیویوں کو اودہار دینے کی رسم ہے۔ اور یہ بیویاں اس شخص کو اودہار دیجاتی ہیں جو قانوناً اس کے ساتھ شادی کر سکتا ہو۔ اور لکھتا ہے کہ اگرچہ ہر عورت کا ایک خاص خاوند ہوتا ہے جو اولاد کا باپ سمجھا جاتا ہے۔ مگر اس عورت پر بعض اور لوگوں کے بھی خاوندانہ حقوق ہوتے ہیں۔ اس کے بعد پرکاش اپنی رائے ان الفاظ میں ظاہر کرتا ہے **اسٹریلیا کی یہ رسم کس قدر اخلاق اور حیا سوز ہے** بتلانے کی ضرورت نہیں"

میں اپنے معزز ہمعصر سے بالکل متفق ہوں لیکن یہ عرض کرنیکی معافی چاہتا ہوں۔ کہ آریہ نکتہ خیال سے تو یہ دیکھ فتنہ ہے۔ کیونکہ نیوگ میں گو اودہار کا لفظ نہ ہو۔ مگر صورت یہی ہے کہ ایک شخص خاص خاوند ہوتا ہے جو اولاد کا باپ سمجھا جاتا ہے لعد بیرج داتا صرف حقوق زوجیت سے استفادہ کر لیتا ہے۔

مسلمانوں میں اسلامی روح کیونکر پیدا ہو سکتی ہے

رقیمہ حضرت صاحبزادہ صاحب قادیان

میرے ایک دوست نے مجھ سے سوال کیا کہ میں دو تین صفحہ کے اندر اس ہیڈنگ پر کچھ لکھوں کہ مسلمانوں میں قومی روح کیونکر پیدا ہو سکتی ہے"۔ قومیت اسلام میں کہیں نظر نہیں آتی اس لئے مذہب اسلام کا عاشق اس کے سوا اور کیا کر سکتا ہے کہ لفظ قومی کو اسلام سے بدل دے۔ اسلام دنیا میں خدا کی وحدت کا خیال اور عقیدہ راسخ کرنے آیا۔ اور دنیا کو مسلمان یعنے فرماں بردار بنانے آیا اس لئے مسلمانوں میں اسلامی روح پھونکی جانی چاہیئے۔ اس سوال کو دو صفحات میں حل کر دینا ایک مشکل امر ہے لیکن خلاصۃً میں اتنا کہدونگا کہ اسلامی روح پھونکنے سے یہ مراد ہے کہ جسطرح جسم انسانی روح سے زندہ ہے اور اس سے جدائی کو ناپسند کرتا ہے۔ اور رات دن اس کے قایم رکھنے کیلئے کوشاں رہتا ہے یعنے قسم قسم کی مشقتیں اٹھا کر کھانا اور باقی دوسری ضروریات روح اس کے تعلق کے بقا کے لئے مہیا کرتا ہے۔ اسی طرح مسلمانوں میں اسلام اس قدر راسخ ہو جائے اور وہ اس کی ضروریات کو ایسی عمدگی اور ایسی خوبی سے سمجھ لیں کہ اس کے بغیر اپنے بقا کو ناممکن و محال جانیں اور پھر اس روح سے متاثر ہو کر اپنے ہر فعل کو اس کے ماتحت لے آئیں۔

یہ بات خوب سمجھ لینی چاہیئے کہ نادان سے نادان انسان بھی کسی مرغوب چیز کو تب ترک کرتا ہے جب دوسری چیز اس سے اعلیٰ پاتا ہے۔ بچہ تک کو اگر ایک کی بجائے دو چیزیں دکھائی جائیں تو وہ دو کو ایک پر ترجیح دیگا۔ لیکن اگر ایک انار کی جگہ اسے نصف انار دیدو تو وہ اس کے لینے پر کبھی راضی نہ ہوگا

پس مسلمانوں میں اسلامی روح پھونکنے کے لئے سب سے پہلے اس بات کی ضرورت ہے کہ ان کے دلوں میں اسلام کی خوبیاں اس عمدگی اور خوبی کیساتھ نقش کیجائیں۔ کہ وہ اسلام کو اپنی موجودہ حالت سے بہتر یقین کر لیں اور خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ اسلام پر عمل کرنے سے ہم بدتر نہیں بلکہ بہتر حالت میں ہو جائیں گے جب یہ بات حاصل ہو جائے گی تو اس وقت خودبخود مسلمانوں میں ایثار کا مادہ پیدا ہو جائیگا۔ کیونکہ اس وقت انکو ایثار ایسا ہی آسان معلوم ہوگا۔ جیسا اس شخص کو جس کے پاس ایک روپیہ ہو اور ہم اس سے کہیں کہ اگر یہ روپیہ تم فلاں آدمی کو دیدو تو ہم تم کو یہ دو روپیہ دیں گے تو وہ اس روپیہ میں خواہ اپنے نفس کی خاطر ہی دوسرے شخص کو ترجیح دیگا۔ اسی طرح اگر مسلمانوں پر اسلام کی تعلیم روشن کیجائے تو وہ نہ صرف ایثار کو اس لئے قبول کرینگے کہ یہ اسلام کا حکم ہے۔ بلکہ اس لئے بھی کہ اس ایثار سے ان کو کوئی نقصان نہیں پہونچتا۔ بلکہ قرآن پاک کا ارشاد ہے کہ الذین امنوا وکانوا یتقون لھم البشریٰ فی الحیاۃ الدنیا وفی الاخرۃ لا تبدیل لکلمات اللہ ذلک الفوز العظیم وہ لوگ جو ایمان لائے اور متقی بنے ان کے لئے اس دنیا میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی یہ خدا کی ایسی باتیں ہیں جن میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ اور یہ ایک بڑی کامیابی کی بات ہے پس وہ خوف جو ایثار سے انسان کو مانع ہوتا ہے کہ مجھے اس سے نقصان ہوگا دور ہو جائیگا اور مسلمان ایثار کے لئے تیار ہو جائیں گے۔

اور اس طرح جو ایک زمانہ میں ان میں کام کرتی تھی پھر دوبارہ کام کرنے لگے گی لیکن سوال تو یہ ہے کہ اسلام کی خوبیاں اس زور سے اور روشن طور سے نقش کیونکر کیجائیں کہ جس سے لوگوں کے اعمال خودبخود اسلام کے ماتحت آجائیں اور اپنی ذاتی غرضوں سے توجہ ہٹے اور اسلامی مفاد کیطرف متوجہ ہوں یہ بغیر الہی تائیدات اور سماوی نشانات کے نہیں ہو سکتا۔ جب مسلمانوں کو کوئی نمونہ ایسا نظر نہیں آتا کہ اس نے اسلام کی خاطر اپنے آپ کو خاک کیا ہو اور اپنے اسلام کو اپنے مفاد پر اختیار کیا ہو۔ اور پھر بجائے ذلت و ادبار کے اس نے ترقی اور عزت حاصل کی ہو تو اس وقت تک اسلام ان کے رگ و ریشہ میں کس طرح اپنا اثر دکھا سکتا ہے پس ضرورت ہے کہ ان میں اس قسم کا ایک نمونہ قایم ہو۔ جس کو دیکھکر وہ اس ظلمت کے زمانہ میں آنکھ کھولیں خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلامی روح قرآن شریف